مغرب میں دعوت اسلام--- ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی کاوشوں کا ایک جائزہ

محمد ارشد ☆

اسلام اور مغرب کے تعلقات کی تاریخ باہمی تصادم' کشمکش' رقابت اور نفرت و بدگمانی سے عبارت ہے۔ ان دونوں کے مابین روابط کا آغاز میدان جنگ میں ہوا۔ پہلی صدی ہجری میں مسلم افواج کے ہاتھوں شام اور مصر کی مسیحی اقوام کو ہزیمت اٹھانا پڑی تھی۔ مشرق میں مسلم افواج کے ہاتھوں سلطنت روم (بازنطینی سلطنت) کا خاتمہ' بعد ازاں ہسپانیہ میں مسیحی اقوام کی پے در پے شکستوں نے عالم مسیحیت کے دلوں میں اسلام اور مسلم دشمنی کے بیج بوئے۔ مسیحی دینی قیادت نے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا اور مقدس مذہبی فریضہ کے طور پر مسیحیت کے پیروکاروں میں ان دونوں کے بارے میں دشمنی کے جذبات کو خوب پروان چڑھایا۔ جس کا نتیجہ طویل محاربات صلیبی کی صورت میں نکلا۔ صلیبی جنگوں میں یورپ کی متحدہ مسیحی قوت کو سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں شدید زک پہنچی۔ مابعد دور میں عثمانی ترکوں کے ہاتھوں مشرقی یورپ کی مسیحی اقوام کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔اسلام اور مغرب کے درمیان صدیوں پر محیط اس کشمکش نے مؤخر الذکر (مغرب) کی نفسیات پر عمیق اثرات مرتب کیے۔ اسلام اور مسلم دشمنی تو گویا اس کے رگ و ریشہ میں رچ بس گئی(۱)۔ مسیحی مذہبی قیادت نے جذبہ اسلام دشمنی کو زندہ و بیدار رکھا۔ اس نے پیروایان مسیح کے سامنے اسلام کی صورت کو خوب مسخ کر کے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو انتہائی کریہہ اور لائق نفرت بنا کر پیش کیا(۲)۔ بالآخر یہ چیز مغربی دنیا میں ''اسلام'' کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوئی۔

تاہم ملت اسلامیہ کی تاریخ کا یہ ایک انتہائی دلخراش بلکہ سید ابو الحسن علی ندوی کے بقول' انتہائی شرمناک واقعہ ہے کہ مسلم اقوام نے مسیحی دنیا کو عسکری و سیاسی میدان میں شکست دے کر اس کے بہت سے علاقوں کو تو اپنی قلمرو میں شامل کرلیا اور وہاں (بالخصوص اسپین میں) اسلامی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش بھی ثبت کیے۔ تاہم وہ حریف اقوام میں دین اسلام کی توسیع و اشاعت کی طرف

☆ مدیر، شعبہ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، (علامہ اقبال کیمپس)، لاہور

سے غفلت اور شدید کوتاہی کی مرتکب ہوئیں۔ مسلم حکومتوں اور مبلغین و دعاۃ دونوں نے اسلام کے پیغام کو یورپ کے قلب و جگر میں داخل کرنے کی کوئی مؤثر کوشش ہی نہیں کی(۳)۔

مغرب اور اسلام کا جدید دور میں وسیع پیمانے پر رابطہ انیسویں صدی عیسوی میں ہوا۔ تازہ دم و پر عزم، سائنسی علوم و فنون اور جدید سامان حرب سے لیس مغرب، زوال و انحطاط سے دوچار عالم اسلام پر چڑھ دوڑا اور بڑی سرعت سے اس کے کثیر ممالک پر تسلط جما لیا۔ قوت و طاقت کے نشہ سے سرشار مغرب نے محکوم و مفتوح مسلم اقوام کی نسل کشی کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و معاشرت کا تارپود بکھیرنے کا پورا پورا اہتمام کیا۔ مسلم ممالک میں وسیع پیمانے پر دین مسیحیت کی توسیع و اشاعت کا بیڑا بھی اٹھایا گیا(۴)۔

نو آبادیاتی دور میں بعض سیاسی اغراض سے مغرب میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور ان کی سماجی اقدار کے بارے میں تحقیق و مطالعہ کی تحریک ''استشراق'' کا آغاز ہوا۔ مستشرقین نے اسلام اور مسلمانوں کا مطالعہ غیر جانبدارانہ طور اور خالص علمی انداز میں کرنے (شاید اس صورت میں اہل مغرب حق و صداقت کی بازیافت میں کامیاب ہو جاتے) کے بجائے حقائق کو خوب مسخ کر کے پیش کیا۔ اسلام کو ایک وحشی، غیر مہذب و غیر متمدن قوم کے مذہب کے طور پر پیش کیا گیا۔ جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ناشائستہ اور گھٹیا الزامات و اتہامات کا نشانہ بنایا گیا۔ اسلامی شعائر و اقدار کی خوب تنقیص کی گئی(۵)۔ یوں مستشرقین کا مطالعہ اسلام مغرب میں ''دعوت و تبلیغ اسلام'' میں ممد و معاون ہونے کے بجائے خود اس کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بن گیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کی تحقیقات و تصنیفات مغرب کے زیر اثر مسلمان معاشروں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقات کو ''اسلام'' کی ابدیت و حقانیت کے بارے میں شک و شبہہ میں مبتلا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ بن گئیں(۶)۔

نوآبادیاتی دور میں مسلم معاشروں کی دینی قیادت (علماء و صوفیاء) کی تمام تر قوت خارجی اثرات یعنی مغربی تہذیب و تمدن، افکار و نظریات اور مسیحی مشنریوں کی یلغار کے مقابلہ میں موروثی مسلمانوں کے دین و عقیدہ، اسلامی علوم و فنون اور تہذیب و معاشرت کے تحفظ و بقاء کی کوششوں میں صرف ہونے لگی تھی۔ علماء و صوفیاء نے دینی علوم کی تعلیم و تدریس اور روحانی تربیت جیسے وظائف کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ جارح مغربی استعماری طاقتوں کے خلاف علم جہاد بھی بلند کر رکھا تھا(۷)۔ یوں اس دور میں مغرب کی فاتح و حاکم اقوام کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش کرنے کا کام اکثر و بیشتر

نگاہوں سے اوجھل رہا۔ البتہ بعض جدید تعلیم یافتہ مسلمان دانش وروں کی طرف سے اہل مغرب کو ''اسلام'' سے متعارف کرانے کی جو کوششیں ہوئیں وہ انہیں اسلام کی طرف مائل و راغب کرنے میں کچھ مؤثر ثابت نہ ہوسکیں(۸)۔

انیسویں صدی کے ربع آخر سے مغرب میں دعوت و تبلیغ اسلام کے بڑے وسیع امکانات پیدا ہوئے۔ مشیت الٰہی سے مغربی اقوام کی مسلم نوآبادیات الجزائر' مراکش' تیونس' موریطانیہ' برصغیر پاک و ہند' جنوب مشرقی ایشیا کے مسلمان ممالک اور دنیائے عرب سے ہزاروں کی تعداد میں مسلمان جدید مغربی تعلیم کے حصول یا پھر روزگار کی تلاش اور کاروبار کے سلسلہ میں مغربی ممالک میں پہنچنے لگے۔ بیسویں صدی کے اختتام تک مغرب میں جا کر آباد ہونے والے ان مسلمان افراد کی تعداد کئی ملین کو جا پہنچی۔ برطانیہ' فرانس' پرتگال' جرمنی' کینیڈا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مختلف شہروں میں تو متعدد چھوٹی چھوٹی مسلمان آبادیاں وجود میں آ گئیں۔ مغربی ممالک میں مسلم آبادی کی موجودگی سے بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ اہل مغرب کے سامنے ''دعوت اسلام'' مؤثر طور پر پیش کرے گی اور اسلامی اخلاق و کردار اور طرز زندگی (معاشرت) کا نمونہ پیش کرکے مغرب کے سنجیدہ طبقات کو ''اسلام'' کی طرف مائل کرنے میں مؤثر کردار ادا کرے گی۔ یوں وہ مغرب میں دعوت اسلام کے سلسلہ میں امت کی گزشتہ کوتاہیوں کا ازالہ کر سکے گی۔

بلاشبہ گزشتہ صدی کے دوران (بالخصوص بیسویں صدی کے نصف آخر میں) مغربی ممالک میں مسلم آبادی کی دینی سرگرمیوں میں اضافہ اور بہتری ہوئی ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں مساجد تعمیر ہوئی ہیں۔ اسلامی مراکز اور دینی مدارس کے علاوہ مسلم اسکول قائم ہوئے ہیں۔ متعدد اسلامی اشاعتی ادارے وجود میں آئے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کے میدان میں متعدد اسلامی تنظیمیں بھی سرگرم عمل رہی ہیں اور ان سب کے نتیجے میں ''اسلام کی اشاعت و توسیع'' کے عمل کو قدرے تقویت پہنچی ہے۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں(۹)۔ تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ مغرب میں ''اشاعت اسلام'' کے عمل میں تاحال کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوسکی ہے۔ اس کا بنیادی سبب ان ممالک میں ایسی مسلم دینی قیادت بالفاظ دیگر ایسے علماء اور مبلغین و دعاۃ کا فقدان رہا ہے جو ایک طرف دین میں گہرا رسوخ رکھتے ہوں دوسری طرف مغربی تہذیب و معاشرت کے نقائص اور اس کے پیدا کردہ مسائل (اخلاقی' روحانی، نفسیاتی و سماجی) کا صحیح ادراک رکھتے ہوں۔ اہل مغرب کی ذہنی و فکری ساخت اور ان کی مذہبی نفسیات سے آگاہ ہوں۔ اس کے علاوہ مغربی زبانوں میں اعلیٰ درجے کی مہارت رکھتے ہوں اور مغرب کے اسلوب تحریر و تقریر سے واقف ہوں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ

عملی زندگی میں اسلامی اخلاق و سیرت اور طرز معاشرت کا نمونہ پیش کرتے ہوں۔ مزید برآں یہ علماء و مبلغین مسلکی اور گروہی تعصبات سے بالا تر ہو کر آفاقی ''اسلام'' کی ترجمانی کرتے ہوں۔

اسلامی موضوعات پر مغربی زبانوں میں مؤثر اور معیاری کتب کی کمی بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ انگریزی زبان میں اسلامیات پر ایک انتہائی وسیع کتب خانہ وجود میں آ چکا ہے۔ تاہم مغرب کی دیگر زبانوں میں ایسی کتب جو ''اسلام'' کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کرتی ہوں اب بھی کمیاب ہیں۔ بہرحال اسباب خواہ کچھ بھی کیوں نہ رہے ہوں یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمان مغرب میں ''اسلام'' کو متعارف کرانے میں کماحقہ کامیابی حاصل نہیں کر سکے ہیں۔ چنانچہ جرمن نو مسلم دانش ور ڈاکٹر مراد ولفرائڈ ہوف مین یہ کہنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں کہ:

> ''روزمرہ کا مشاہدہ اور تجربہ ہے (اور یہ امر انتہائی افسوسناک ہے) کہ اسلامی دنیا سے تعلق رکھنے والے [موروثی] مسلمان بہت زیادہ حد تک دنیائے مغرب میں اپنے مذہب و عقیدہ کا مؤثر طور پر ابلاغ نہیں کر پاتے ہیں' کیونکہ ایک مغربی انسان کا طرز فکر اور ذہنی ساخت مختلف ہوتی ہے۔ لہذا داعی کو چاہیے کہ وہ ان کی ذہنی و فکری پیش رفت کا مکمل طور پر لحاظ رکھے۔ [اسلام سے متعلق] ان [اہل مغرب] کی تاریخی غلط فہمیوں اور ان کی مذہبی نفسیات کا بھی(۱۰)۔''

مراد ہوف مین مغرب میں ''اسلام'' سے متعلق عمومی طور پر پائی جانے والی غلط فہمیوں کا جائزہ لیتے ہوئے مغرب میں ''دعوت اسلام'' کی حکمت عملی اور اس کے شرائط و مطالبات کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں:

> ''یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ [اسلام سے متعلق] مغرب کی تمام غلط فہمیوں کے ڈانڈے تاریخی حقائق و ارتقاء سے [جا] ملتے ہیں۔ کوئی بھی شخص جو اس تہذیبی پیش رفت سے آگاہ نہیں ہے [مغرب میں] دعوت و تبلیغ کا فرض کامیابی سے ادا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میری محکم رائے یہ ہے کہ کسی بھی خطے میں دعوت کا کام وہی مسلمان کریں جو خود اس خطے کی تہذیبی روایات میں پیدا ہوئے ہوں یا پلے بڑھے ہوں۔ داعی کو پتہ ہونا چاہیے کہ تبدیلی لانے اور قائل کرنے کے لیے کیا کرنا ضروری ہے........ ایک بار پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ اسلام کو ان غلط فہمیوں کا جواب انہی لوگوں کے ذریعے دینا چاہیے جو مخاطبین اور سامعین کے سامنے ان کی بولی' انہی کے لب و لہجے میں بولتے ہوں........ چنانچہ یہ اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بڑی خدمت ہو گی اگر مسلمان دانش ور خود کو بیک وقت

کامیاب اہل علم اور ساتھ ہی [اپنے عقیدہ و مذہب کے] قائل اور باعمل مسلمان کی حیثیت سے پیش کریں[۱۱]۔"

مراد ہوف مین مزید رقمطراز ہیں (مغرب میں دعوت اسلام کے ضمن میں):

"ہم یہ بات سمجھ لیں کہ دعوت کا سب سے کامیاب طریقہ یہ ہے کہ ہم خالص غیر اسلامی ماحول میں اسلام کے مطابق زندگی گزاریں خاموشی اور پر امن طریقے سے لیکن اقدامی طور پر اعتماد و اظہار کے ساتھ۔ آج یا کل ہمارے پڑوسی ضرور [ہماری طرف] متوجہ ہوں گے اور ہماری صفائی ستھرائی، راست بازی، دوستی و محبت، ایمان داری و شرافت اور وقار و سنجیدگی سے ضرور اثر قبول کریں گے۔ پھر وہ خود ہی سوال کریں گے اور ہم خود بخود اپنی دعوت کے درمیان ہوں گے[۱۲]۔"

نو مسلم دانش ور ڈاکٹر مراد ہوف مین نے مغرب میں "دعوت و تبلیغ" کی کامیاب حکمت عملی کے ضمن میں جن لازمی شرائط اور مطالبات کا ذکر کیا ہے اور ایک کامیاب داعی و مبلغ کے لیے جو معیار مقرر کیا ہے، "دعوت و تبلیغ" کے میدان میں سرگرم عمل افراد میں خال خال ہی ایسے ہوں گے جو اس پر پورا اترتے ہوں گے۔ تاہم عصر حاضر میں دو نامور شخصیات ایسی بھی ہو گزری ہیں جو اس معیار پر نہ صرف پورا اترتی تھیں بلکہ مرتبہ کمال پر فائز تھیں۔ ان سے مراد نو مسلم مفکر و دانش ور محمد اسد (۱۹۰۰ـ ۱۹۹۲ء)[۱۳] اور ان کے ہم عصر ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۰۸ـ ۲۰۰۲ء) ہیں[۱۴]۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو تو اس باب میں اپنے تمام پیش رو اور ہم عصر علماء اور مبلغین و دعاۃ پر تفوق و فضیلت حاصل تھی۔ بلا تردد یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ مغرب میں دعوت و تبلیغ دین کے سلسلہ میں جو کامیابی انہیں حاصل ہوئی وہ آج تک کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئی۔ سطور ذیل میں مغرب میں دعوت اسلام کی راہ میں درپیش مشکلات و مسائل کے تناظر میں محمد حمید اللہ کی دعوتی و تبلیغی کاوشوں کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

ڈاکٹر حمید اللہ مغرب میں:

ڈاکٹر حمید اللہ جامعہ عثمانیہ (حیدر آباد دکن) سے ایل۔ ایل۔ بی ۔ اور ایم۔ اے کے امتحانات پاس کرنے کے بعد جامعہ عثمانیہ (کہ جہاں وہ فقہ و قانون بین الممالک کے استاد مقرر کیے گئے تھے) ہی کی طرف سے اسلامی و یورپی قانون بین الممالک کے تقابلی مطالعہ پر تحقیق کے لیے وظیفہ پر جرمنی چلے گئے۔ انہوں نے بون یونیورسٹی سے انتہائی قلیل عرصہ (نو دس ماہ) میں اسلامی قانون کے بین

الاقوامی پہلو پر اپنا تحقیقی مقالہ مکمل کر کے ڈی۔ فل کی سند حاصل (۱۹۳۳ء) کی۔ بعد ازاں وہ پیرس چلے گئے اور وہاں کی مشہور و معروف سوربون (Sorbonne) یونیورسٹی سے گیارہ ماہ کی قلیل مدت میں ''عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری'' کے موضوع پر تحقیقی مقالہ مکمل (اگست ۱۹۳۴ء) کر کے ڈی۔ لٹ کی سند حاصل کی۔ جرمنی اورفرانس یورپ کے دو ایسے ممالک کہ جن کا شمار ''استشراق'' کے اہم ترین مراکز میں ہوتا ہے، میں قیام کے دوران انہوں نے مستشرقین کے انداز تحقیق و تصنیف میں اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کر لی اور وہاں کے کتب خانوں میں موجود بیش قدر قلمی کتابوں اور مخطوطہ جات سے استفادہ کیا۔ فرانس سے واپسی پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ جامعہ عثمانیہ کے شعبہ دینیات اور شعبہ قانون میں درس دیتے رہے۔ سقوط دولت آصفیہ (حیدرآباد دکن) سے کچھ عرصہ پہلے وہ نظام کی طرف سے ریاست کی آزادی و خود مختاری کے تحفظ و بقاء کی غرض سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں بھیجے گئے سفارتی مشن کے قانونی مشیر کے طور پرایک بار پھر پیرس چلے گئے۔ سقوط کا سانحہ پیش آنے کے بعد وہ واپس نہیں لوٹے اور پھر پیرس ہی کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ (۱۹۴۸ـ۱۹۹۶ء) پیرس میں گزار دیا۔ آخری چند سال، علالت کے باعث جبکہ ان کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کا سلسلہ یکسر موقوف ہو گیا تھا، اپنے عزیزوں کے ہاں امریکہ میں بسر کیے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس میں تقریباً اڑتالیس سالہ قیام کے دوران ہمہ وقت علمی و تحقیقی، تصنیفی و تالیفی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ جہاں انہوں نے اپنی زندگی صحیح تر معنوں میں دین اسلام کے ایک سفیرو ترجمان اور اس کے ایک داعی و مبلغ کی حیثیت سے بسر کی۔ مغرب میں دعوت و تبلیغ کے حوالہ سے محمد حمید اللہ کی کاوشوں کی مختلف و متنوع جہتیں ہیں جنہیں حسب ذیل عنوانات دیے جا سکتے ہیں:

۱۔ مستشرقین کے پھیلائے ہوئے زہر کا تریاق۔

۲۔ مغربی زبانوں میں اسلامی ادب کی تیاری۔

۳۔ بین المذہبی مکالموں، علمی و تحقیقی مجالس و مذاکرات اور کانفرنسوں میں اسلام کی ترجمانی۔

۴۔ نومسلموں میں دعوت اسلام۔

۵۔ مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام۔

ان عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ مستشرقین کی تحقیقات کے منفی اثرات کا ازالہ:

دعوتی نقطہ نظر سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا اہم ترین دَین (contribution) یہی ہے کہ انہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، احادیث وسنن کی تدوین و حفاظت،اور فقہ اسلامی کے ماخذ و مصادر کے بارے میں مستشرقین کے پھیلائے ہوئے مغالطوں اور شکوک و شبہات اور ان کے پیدا کردہ منفی اثرات ونتائج کا تریاق فراہم کرنے کی ایک انتہائی موثر اور کامیاب کوشش ہے۔ مغرب میں دعوت وتبلیغ اسلام کی راہ میں ایک انتہائی بڑی رکاوٹ (جیسا کہ اشارتاً اس مقالہ کے آغاز میں ذکر کیا جا چکا ہے) مستشرقین کی تحقیقات و تصانیف رہی ہیں۔ ان میں اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق، آپ کی احادیث وسنن اور فقہ و قانون اسلامی کی ایک ایسی تصویر پیش کی گئی ہے کہ ان کے مطالعہ کے بعد ایک مغربی انسان کو دین اسلام میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی اور اس کے دل و دماغ میں اس کے بارے میں نفرت و بدگمانی جڑ پکڑ لیتی ہے۔ اور تو اور موروثی مسلمان بھی ان کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقات [جنہوں نے اسلام کا مطالعہ مغربی زبانوں اور مستشرقین کی کتب کے ذریعہ کیا ہے] کے ذہنوں میں اسلام کے مستقبل سے نا امیدی، اس کے حال سے بیزاری اور اس کے ماضی سے بدگمانی پیدا کرنے میں مستشرقین کی علمی وتحقیقی کاوشوں کا کردار بڑا اہم رہا ہے۔ سید ابو الحسن علی ندوی ، جنہوں نے مستشرقین کے مطالعہ اسلام کے محرکات کا بڑی دقت نگاہ سے جائزہ پیش کیا ہے ، ان مستشرقین کے اسلوب ومنہج تحقیق وتصنیف اور اس کے منفی اثرات و نتائج کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

> ''وہ [مستشرقین]اپنے کام میں (یعنی اسلام کی تاریک تصویر پیش کرنے میں) اس سبک دستی، ہنر مندی اور صبر وسکون سے کام لیتے ہیں، جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ وہ پہلے ایک مقصد تجویز کرتے ہیں اور ایک بات طے کر لیتے ہیں کہ اس کو ثابت کرنا ہے، پھر اس مقصد کے لیے ہر طرح کے رطب و یابس، مذہب و تاریخ، ادب، افسانہ، شاعری ، مستند ذخیرہ سے مواد فراہم کرتے ہیں اور جس سے ذرا بھی ان کی مطلب برآری ہوتی ہو (خواہ وہ صحت و استناد کے اعتبار سے کتنا ہی مجروح و مشکوک اور بے قیمت ہو) اس کو بڑے آب و تاب سے پیش کرتے ہیں اور اس متفرق مواد سے ایک نظریہ کا پورا ڈھانچہ تیار کر لیتے ہیں۔ اکثر مستشرقین اپنی تحریریں میں ''زہر'' کی ایک مناسب مقدار رکھتے ہیں، ان کی تحریریں زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہیں اور ایک متوسط آدمی کا ان کی زد سے بچ کر

نکل جانا مشکل ہے۔ قرآن، سیرت نبوی ﷺ، فقہ و کلام، صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین، محدثین و فقہا، مشائخ و صوفیاء، رواۃ حدیث، فن جرح و تعدیل، اسماء الرجال، حدیث کی صحت، تدوین حدیث، فقہ اسلامی کے ماخذ، فقہ اسلامی کا ارتقاء ان میں سے ہر ایک موضوع سے متعلق مستشرقین کی کتابوں اور تحقیقات میں اتنا تشکیکی مواد پایا جاتا ہے، جو ایک ذہین و حساس آدمی کو، جو اس موضوع پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو پورے اسلام سے منحرف کر دینے کے لیے کافی ہے۔۔۔۔ ان میں سے اکثر تصانیف اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلاتی ہیں اور اسلام کے سر چشموں (بشمول حدیث و فقہ) کو مشکوک قرار دیتی ہیں"(۱۵)۔

سید ابوالحسن علی ندوی، جن کی تاریخ دعوت و تبلیغ اسلام پر بڑی گہری نظر ہے، مسلم معاشروں میں تیزی سے پھیلتے ہوئے ذہنی و فکری ارتداد کی روک تھام اور مغرب میں دعوت اسلام کی توسیع کے لیے مستشرقین کی علمی تحقیقات کے محاسبہ و ناقدانہ جائزہ کو ایک ناگزیر ضرورت اور عظیم الشان دینی خدمت قرار دیتے ہیں(۱۶)۔

فاضل مؤرخ و مفکر رقمطراز ہیں:

"مستشرقین کے تخریبی و تشکیکی اثرات کو روکنے کی صرف یہی صورت ہے کہ ان علمی موضوعات پر مسلمان محققین و اہل نظر قلم اٹھائیں اور مستشرقین کی ان تمام قابل تعریف خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلکہ ان کو ترقی دیتے ہوئے جو ان کا حصہ سمجھی جاتی ہیں مستند و صحت مند اسلامی معلومات اور نقطہ نظر پیش کریں۔ یہ ایسی تصنیفات ہوں جو اپنی تحقیقات کی اصلیت (originality)، مطالعہ کی وسعت، نظر کی گہرائی اور عمق، ماخذ کے استناد و صحت اور اپنے محکم استدلال میں مستشرقین کی کتابوں سے کہیں فائق و ممتاز ہوں۔ ان میں ان کی تمام خوبیاں ہوں اور وہ ان کی کمزوریوں اور عیوب سے پاک ہوں۔ دوسری طرف ان مستشرقین کی کتابوں کا علمی محاسبہ کیا جائے، ان کی تلبیسات کو بے نقاب کیا جائے۔ [اسلامی ماخذ کے] متن کے سمجھنے میں ان کی غلط فہمیوں اور ترجمہ و اخذ مطلب میں ان کی غلطیوں کو واضح کیا جائے۔ ان کے مآخذ کی کمزوری اور ان کے اخذ کیے ہوئے نتائج کی غلطی کو روشن کیا جائے اور ان کی دعوت و تلقین میں ان کی جو بد نیتی ہے، مذہبی اغراض اور سیاسی مقاصد شامل ہیں ان کو طشت ازبام کیا جائے۔ اور بتایا جائے کہ یہ اسلام اور ملت اسلامیہ کے خلاف کیسی گہری اور خطرناک سازش ہے"(۱۷)۔

سید ابو الحسن علی ندویؒ اس نوعیت کے کام کی اہمیت و افادیت کی بابت رقمطراز ہیں:

''یہ تحقیقی کام نہ صرف اس فکری ارتداد کی روک تھام کے لیے سدّ سکندری ثابت ہو گا جو [عالم اسلام کے] ذہین تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بہائے لے جا رہا ہے اور جو ان ممالک میں مغربی سامراج کے آہنی شکنجوں میں گرفتار رہ چکے ہیں، جنگل کی آگ کی طرح پھیل رہا ہے بلکہ مغرب میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے بھی مفید و مدد گار ثابت ہو گا، پھر مشیت الٰہی جس کو سعادت کا پروانہ دینا چاہے گی وہ اسلام کے ''چشمہ حیاۃ'' کی طرف کشاں کشاں آئے گا''(۱۸-الف)۔

سطور بالا میں سید ابوالحسن علی ندوی نے (مستشرقین کی علمی تحقیقات کے منفی اثرات کے ازالہ کی غرض سے) بحث و تحقیق اور تصنیف و تالیف کے میدان میں جس نوعیت کی کاوشوں کو عالم اسلام کے لیے ایک ناگزیر ضرورت اور اسے ایک عظیم الشان دینی خدمت قرار دیا ہے ڈاکٹر محمد حمید اللہ اس کی اہمیت سے کما حقہ آگاہ تھے۔ وہ اس کام کو مغرب میں دعوت و تبلیغ کے نقطہ نظر سے ناگزیر گردانتے تھے۔ (۱۸۔ب)اس سلسلہ میں ان [محمد حمید اللہ] کے کام (جو کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے نہایت وقیع ہے) کے حسب ذیل گوشے انتہائی قابل قدر اور نمایاں ہیں:

الف: انہوں نے ذخیرہ احادیث و سنن کو تاریخی اعتبار و استناد فراہم کیا ہے۔ وہ عالم اسلام کی ان اولین شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے بڑی تحقیق، دلائل، قرائن اور شواہد سے اس بات کو پورے طور سے ثابت کیا کہ صحابہ کرام اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں حدیث کی تحریر و تسوید اور تدوین کا کام شروع ہو چکا تھا۔ جس میں دور تابعین میں بڑی وسعت پیدا ہوئی۔ صحابہ کرامؓ سے یہ پورا ذخیرہ زبانی اور تحریری دونوں طرح سے تابعین کو منتقل ہوا۔ اور اسی طرح سے تابعین نے اپنے بعد کی نسل تک پہنچایا۔ اس وقت حدیث کے جتنے مجموعے ہمارے سامنے ہیں یہ سب کے سب نہ صرف سند متصل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں بلکہ ہر دور، ہر سطح پر تحریری یاداشتیں اور ذخیرہ بھی موجود تھا جس پر ان کی بنیاد ہے[۱۹]۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے صحیح بخاری کے ماخذ کو بھی موضوع تحقیق بنایا اور اس کے اولین ماخذ میں سے حضرت ابوہریرہؓ کے تلامذہ بالخصوص ہمام بن منبہ کے مرتب کردہ مجموعہ احادیث ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' کو دریافت کیا اور اسے مرتب و مدون کر کے شائع کیا[۲۰]۔ تدوین و حفاظت حدیث کے بارے میں آپ کی تحقیقات کو بعد میں آنے والے مصنفین بالخصوص محمد مصطفیٰ اعظمی نے

تاریخی شہادتوں اور دستاویزوں سے اور زیاہ مدلل اور محکم بنایا اور اس علمی دعویٰ کو اور زیادہ تفصیل سے ثابت کر دیا کہ تدوین حدیث کا کام عہد نبوی سے مجموعہ ہائے احادیث و سنن کی ترتیب و تدوین تک مسلسل طور پر جاری رہا[۲۱]۔ محمد حمید اللہ کے گرانقدر علمی و تحقیقی کام کی بدولت آج کوئی مستشرق یا مستشرقین سے متاثر کوئی مستغرب یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ علم حدیث کی بنیاد سنی سنائی روایات پر ہے۔

ب: ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے پیغمبر اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ کی سیرت طیبہ کے بارے میں مغربی مستشرقین و مؤلفین کے خیالات و دعاوی کی تردید کا کارنامہ غیر معمولی مہارت اور محکم تاریخی دلائل و شواہد کی روشنی میں انجام دیاہے۔ انہوں نے اس غرض سے خود انہی مستشرقین کے اسلوب تحقیق کو اختیار کر کے سیرت النبی ﷺ کے متنوع پہلوؤں (دینی، سماجی، معاشی وسیاسی اور دستوری و قانونی) کو اس طور سے اجاگر کیا کہ انبیاء و رسل کے ساتھ ساتھ تاریخ عالم انسانی کی عظیم مذہبی و سیاسی شخصیتوں، حکماء اور مصلحین و مدبرین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک امتیازی شان کے ساتھ عظمت و بزرگی کے ایک انتہائی بلند و بالا مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے خصوصیت سے اہل مغرب کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت، آپ کی سیرت و اخلاق اور دینی، سماجی، معاشی اور سیاسی میدانوں میں آپ کے کمالات سے متعارف کرانے کے لیے مغربی زبانوں (انگریزی، فرانسیسی اور جرمن) میں کثیر تعداد میں مقالات کے علاوہ متعدد فاضلانہ تحقیق تصانیف پیش کی ہیں[۲۲]۔ یہ کتب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مغربی مستشرقین و مؤلفین کے پھیلائے ہوئے زہر کے لیے تریاق کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان کا مطالعہ ایک سلیم الفطرت انسان، کہ جس کے دل و دماغ کو تعصبات اور ہٹ دھرمی و عناد نے اندھا نہ کر دیاہو، کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا گرویدہ و شیفتہ بنانے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہیں[۲۳]۔

ج: ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا ایک اہم علمی و تحقیقی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے محکم دلائل، قرائن اور شواہد سے مستشرقین کے اس دعویٰ کو پورے طور سے غلط ثابت کیا ہے کہ اسلامی قانون در اصل "قانون روما" سے ماخوذ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اسلامی قانون اور قانون روما کے جوہری و حقیقی فرق و امتیاز کو بڑی صراحت اور وضاحت سے ثابت کیا ہے[۲۴]۔ اس غرض سے اسلامی فقہ کے ارتقاء اور اس کی تدوین اور خصوصیت سے امام ابو حنیفہؒ کے منہاج پر ان کا کام راہ کشا حیثیت رکھتا ہے[۲۵]۔ اس باب میں ان کا دوسرا اہم کارنامہ اسلام کے بین الاقوامی قانون کی

جدید خطوط پر ترتیب وتدوین ہے"(۲۶)۔

د: محمد حمید اللہ نے اپنی تحریروں میں مستشرقین و مسیحی مؤلفین کی کتابوں کا علمی محاسبہ کرتے ہوئے ان کی تلبیسات کو خوب بے نقاب کیا ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث کے متن کے علاوہ کتب تفاسیر و فقہ کی عبارتوں کے سمجھنے اور ان کی تحلیل و تشریح میں ان کی غلطیوں کو واضح کیا ہے۔ مستشرقین نے جہاں کہیں بھی اپنی مطلب برآری کے لیے حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا ہے ان کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب کی وہ تحریریں بطور خاص قابل ذکر ہیں جو ان کے قلم سے مستشرقین و مسیحی مؤلفین کی کتب پر نقد و تبصرہ کے طور پر نکلی ہیں(۲۷)۔

بلاشبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی ان تحقیقات و تصنیفات کے ذریعے اسلام کے بارے میں مستشرقین و مغربی مؤلفین کے پھیلائے ہوئے مغالطوں اور شکوک و شبہات (جو کہ مغرب میں دعوت وتبلیغ اسلام کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں) کا ٹھوس دلائل اور شواہد سے رد کر کے ایک بہت اہم دینی خدمت انجام دی ہے۔ انہوں نے مستشرقین کے اسلوب تحقیق وتصنیف کو بروئے کار لاتے ہوئے مغرب کے سامنے اسلام کو اسکی اصلی و حقیقی شکل وصورت میں پیش کیا ہے۔ مختلف و متنوع موضوعات پر وسیع و عریض عربی و اسلامی ماخذ سے مستند صحت مند معلومات کی فراہمی اور پھر ان کی ایسی تحلیل وتشریح کی جس سے اسلام کی حقانیت اور اس کی عظمت و فضیلت اجاگر ہوتی ہو، ان کی تحریروں کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں اپنی انہی خصوصیات کی بنا پر انہیں بعض علمی وفکری حلقوں کی طرف سے "عالم اسلام کا جید و ممتاز مستشرق بھی" قرار دیا گیا ہے(۲۸)۔ پروفیسر خورشید احمد رقمطراز ہیں:

"میری نگاہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلمانوں میں پہلے اور آخری مستشرق ہیں۔ مستشرق میں ان کو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انہوں نے مستشرقین کے طریق تحقیق (methodology) پر ایسی ہی قدرت حاصل کر لی تھی جیسی غزالی نے یونانی فلسفے پر۔ وہ تحقیق اور طریق تالیف کے باب میں مستشرق ہوئے لیکن اس پہلو سے مستشرقین سے مختلف تھے کہ ان کا قبلہ درست تھا۔ ان کے اصل ماخذ قرآن و سنت اور مسلمانوں کے معتبر اہل علم کی تصانیف تھیں۔ انہوں نے اسلام کو جیسا کہ وہ ہے، دنیا کے سامنے پیش کیا۔ البتہ تحقیق و تصنیف، تلاش وجستجو، نقد و احتساب کے ان تمام ذرائع کو کامیابی اور قدرت کے ساتھ استعمال کیا جو مستشرقین کا طرہ امتیاز سمجھے جاتے ہیں اور اس طرح علمی میدان میں اہل مغرب کا جو قرض مسلمانوں پر تھا اسے فرض کفایہ کے انداز میں ڈاکٹر صاحب نے چکا دیا

اور ساتھ ساتھ وہ کیا جسے انگریزی محاورے [میں] paying in the same coin کہا جاتا ہے۔ الحمد للہ(۲۹)۔''

مغربی زبانوں میں اسلامی ادب کی تیاری:

مغرب میں دعوت و تبلیغ کے حوالہ سے محمد حمید اللہ کا کام صرف مستشرقین کی تصانیف و علمی تحقیقات کے ناقدانہ جائزہ' حقائق و واقعات کی روشنی میں ان کے علمی احتساب، ان کی دسیسہ کاریوں اور غلطیوں کی نشاندہی تک ہی محدود نہیں رہا۔ انہوں نے گراں قدر مثبت اور تعمیری کام بھی انجام دیاہے۔ انہوں نے مغرب میں اسلام کا ایسا مؤثر اور معقول تعارف کرایا ہے اور اس طرح سے اسلامی دعوت پیش کی ہے جو اسلام کے مزاج اور اس زمانہ ا ور اقوام مغرب کی نفسیات کے مطابق ہے۔

محمد حمید اللہ اردو' عربی' فارسی اور ترکی کے علاوہ اہم مغربی زبانوں انگریزی' فرانسیسی' اطالوی' جرمن اور ہسپانوی پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے اس لسانی مہارت اور استعداد کو دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لیے بھرپور طور سے استعمال کیا اور ان مغربی زبانوں میں سیرت النبی ﷺ اور اسلامی قانون کے علاوہ اسلام کے عقائدو عبادات' اور اس کی معاشرتی' معاشی' اخلاقی اور سیاسی تعلیمات پر مختصر لیکن جامع کتب تصنیف کیں۔ اس سلسلہ میں انکی انگریزی کتب Introduction to Islam(۳۰) اور Islam: A General Picture(۳۱) بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر جو نو مسلم افراد کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر تصنیف کی گئی ہے' نو مسلم ہی کیا مشرق و مغرب میں آباد مسلمانوں کی نئی نسلوں کے لیے ایک دینی رہنما اور معلم کا درجہ رکھتی ہے۔ موخر الذکر پیروایان مسیحیت کے سامنے اسلام کی دعوت کو پیش کرنے کی غرض سے تصنیف کی گئی ہے(۳۲)۔

اسی سلسلہ میں محمد حمید اللہ کا ایک انتہائی اہم کام مغربی زبانوں میں قرآن حکیم کا ترجمہ ہے۔ وہ دنیائے اسلام کے ایک ایسے فقیدالمثال شخص ہیں کہ جنہوں نے تین یورپی زبانوں یعنی فرانسیسی' جرمن اور انگریزی میں ترجمہ قرآن کیا۔ فرانسیسی ترجمہ مع حواشی (Le Saint Coran) کو فرانسیسی زبان سے منسلک ممالک میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ ان ممالک میں قرآن کے پیغام کی اشاعت کا ایک مستند ذریعہ بن گیا ہے(۳۳)۔ جرمن زبان میں بھی محمد حمید اللہ نے سورہ فاتحہ سے سورہ انعام تک (تقریباً چھ پارے) ترجمہ کیا ہے(۳۴)۔ انگریزی میں ان کے قلم سے ایک سلیس ترجمہ و تفسیر (سورہ بقرہ کے اواخر تک) ۱۹۶۰ء۔۱۹۶۵ء کے دوفان ڈربن (جنوبی افریقہ) کے رسالہ ''الھادی الامین'' میں شائع ہوتی رہی ہے(۳۵)۔ محمد حمید اللہ نے ''القرآن فی کل لسان'' کے نام سے

دنیا کی تمام زبانوں میں سورہ فاتحہ کے ترجمہ کی اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔ یہ تراجم فرانس کے اسلامی رسالہ ''فرانس اسلام'' (France Islam) اور بعض دوسرے رسالوں میں شائع ہوتے رہے[۳۶]۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۷۶۲ء) نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں احکام شرعیہ کی ترجمانی و تشریح کا جو حکیمانہ اسلوب اختیار کیا ہے، محمد حمید اللہ اسے اہل مغرب کو اسلامی احکام و مسائل کی حکمت و فلسفہ ذہن نشین کرانے کی غرض سے بڑا مفید خیال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس تصنیف کا فرانسیسی میں ترجمہ کرنا شروع کیا تھا۔ وہ اس کام کو اپنے بعض دوسرے علمی منصوبوں پر مقدم رکھتے تھے[۳۷]۔

اسی سلسلہ میں محمد حمید اللہ کا ایک اہم کارنامہ امام بخاری کی ''الجامع الصحیح'' کے وضاحتی اشاریہ کی (عربی کے علاوہ) فرانسیسی زبان میں ترتیب و تدوین ہے۔ اس اشاریہ (جو تاحال غیر مطبوعہ حالت میں ہے) کی اشاعت سے فرانسیسی زبان جاننے والوں کے لیے احادیث کے مستند ترین مجموعہ سے استفادہ میں آسانی ہو جائے گی۔

مغرب کے مسیحی پس منظر کے پیش نظر ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی تصانیف کے ذریعے اسلام اور دیگر مذاہب بالخصوص مسیحیت کا تقابلی جائزہ بھی پیش کرتے رہے۔ فرانس کے بعض اشاعتی اداروں نے مختلف دینیاتی و مذہبی مسائل پر بعض ایسی کتب شائع کی ہیں جن میں مختلف مذاہب کے علماء کی تحریریں، کہ جن میں مصنفین نے اپنے اپنے مذہب کا موقف پیش کیا ہے' شامل کی گئی ہیں۔ محمد حمید اللہ ایسی متعدد کتب کے شریک مصنف ہیں۔ ایسی ہی ایک کتاب حضرت ابراہیمؑ پر شائع ہوئی ہے۔ تین ابواب پر مشتمل اس کتاب کا ایک باب ڈاکٹر صاحب کے قلم (بقیہ دو ابواب یہودی اور عیسائی علماء کے ہیں) سے نکلا ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی نبوت و رسالت اور ان کی دعوت و تعلیمات کو اسلامی مآخذ کی روشنی میں اجاگر کیا ہے[۳۸]۔ ڈاکٹر صاحب اپنی زندگی کے آخری سالوں (علالت سے قبل) میں مسیحی و اسلامی ماخذ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمری بھی تصنیف کر رہے تھے[۳۹]۔ بلاشبہ اس نوعیت کی علمی و تحقیقی سرگرمیاں مسیحی حلقوں میں دعوت کے نقطہ نظر سے بڑی اہمیت و افادیت کی حامل ہیں۔ ان کی بدولت سابق الہامی مذاہب اور ان کی اہم شخصیات کے بارے میں اسلام کے مؤقف کی اشاعت کا موقع ملتا ہے۔ اسلام اور دیگر الہامی مذاہب کے باہمی تعلق کے بارے میں مسیحی حلقوں میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کے ازالہ میں مدد ملتی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ مغرب میں دعوت اسلام کے سلسلہ میں مسیحیت کے تنقیدی مطالعہ کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ البتہ وہ مسلمان علماء کی طرف سے مسیحی عقائد و تعلیمات پر وارد کیے جانے والے سطحی و ناکافی معلومات پر مبنی اعتراضات کو غیر موزوں گردانتے تھے۔ پروفیسر ظفر علی قریشی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''میری دانست میں زیادہ مفید یہ ہو کہ مسیحیت کا ہم لوگ مطالعہ کر کے عیسائیوں کو مخاطب کریں، ان کو یہ سوچنے پر آمادہ کریں کہ وہ جن چیزوں کو بے غور و فکر مانتے چلے آتے ہیں، ان پر غور کریں۔ مثال کے طور پر ان کے ''سورہ فاتحہ'' اور ان کے ''آمنت باللہ......'' میں بیان ہوا ہے کہ حضرت مسیح تین دن جہنم میں رہے یا یہ کہ ''اے اللہ ہم کو معاف کر جس طرح ہم دوسروں کو معاف کرتے ہیں'' گویا دعا کیا ہے، خدا پر احسان جتایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ لٹریچر ......یورپ اور امریکہ میں بھی پھیلایا جا سکتا ہے۔ مگر اولاً صحیح معلومات حاصل کرنا ہوں گے۔ ہمارے اعتراضات تثلیث وغیرہ پر اب تک واقعی بچگانی انداز کے ہوتے رہے ہیں اس لیے پڑھنے والے عیسائی ان پر صرف ہنس دیتے ہیں''[۴۰]۔

مذکورہ اقتباس سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ محمد حمید اللہ مغرب میں دعوت و تبلیغ کے کام کو مؤثر طور پر انجام دینے کے لیے اسلام کے بنیادی ماخذ میں رسوخ کے ساتھ ساتھ گزشتہ الہامی مذاہب کی تعلیمات و عقائد سے گہری واقفیت کو بھی ناگزیر گردانتے ہیں، تاکہ دعاۃ و مبلغین اپنے مسیحی مخاطبین کے سامنے اسلام کے عقائد و تعلیمات کی بہتر طور پر ترجمانی کر سکیں۔

۳۔ بین المذہبی مکالموں، علمی مذاکروں (سیمیناروں) اور کانفرنسوں میں اسلام کی ترجمانی:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو اپنے علم و فضل اور بلند پایہ تحقیقات کی بدولت مغرب خصوصیت سے فرانس کے علمی و تحقیقی حلقوں میں اسلام کے ایک سربرآوردہ ترجمان و شارح کی حیثیت سے دیکھا جاتا تھا۔ چنانچہ مختلف غیرمسلم (مسیحی) مذہبی انجمنوں اور اداروں کی طرف سے بین المذہبی مکالموں (Inter-faith dialogue) کہ جن میں دینیاتی و اخلاقی اور روحانی مسائل پر مختلف مذاہب کے علماء اور ماہرین اپنے اپنے مذہب کا مؤقف پیش کرتے ہیں، اسلام کے مؤقف کی ترجمانی کے لیے محمد حمید اللہ کو دعوت دی جاتی۔ ڈاکٹر صاحب یہ کام بڑی مہارت اور خوش اسلوبی سے انجام دیتے جس کی بدولت بسا اوقات دیگر مذاہب کے رہنما اپنے سابق مذہب سے ترک تعلق کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو

جاتے[۴۱]۔ محمد حمید اللہ بین المذہبی مکالموں میں شرکت کے ساتھ ساتھ فرانس اور دیگر ممالک میں مسلم اور غیر مسلم اداروں اور انجمنوں کی دعوت پر مختلف اسلامی موضوعات پر توسیعی خطبات بھی دیتے رہے۔ مختلف کانفرنسوں اور علمی مذاکروں میں شرکت اور خطبات ان کی زندگی کا ایک معمول رہا۔ یہ چیز ان کے دعوتی و تبلیغی کام میں بڑی مفید و معاون ثابت ہوئی۔ اس سے انہیں اپنے خیالات مسلم اور غیر مسلم ہر طرح کے لوگوں تک پہنچانے کا موقع ملتا رہا[۴۲]۔

محمد حمید اللہ فرانس میں مسیحی مشنریوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے پیش نظر مختلف علاقوں میں قائم مساجد اور اسلامی انجمنوں کی طرف سے منعقدہ جلسوں میں ''عیسائیت'' کے موضوع پر لکچر بھی دیتے رہے۔ وہ اپنے لیکچروں میں اسلام اور مسیحیت کی تعلیمات کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے اسلام کی دیگر مذاہب پر تفوّق و فضیلت کو واضح کرتے[۴۳]۔ غرض یہ کہ (بقول پروفیسر خورشید احمد) ''انفرادی ملاقاتوں سے لے کر تبلیغی دورے اور ملکی اور بین الاقوامی کانفرنسیں...... ہر جگہ انہوں [ڈاکٹر محمد حمید اللہ] نے دعوت کا کام انجام دیا''[۴۴]۔

غیر مسلموں میں دعوت و تبلیغ:

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے آغاز شباب میں ان کے چچا اور استاد و مربی قاضی محمود نے ان کو وصیت کی تھی کہ تم فرنگیوں میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کام ضرور کرنا۔ چنانچہ انہوں نے اس نصیحت کو گرہ میں باندھ لیا۔ وہ فرانس میں قیام کے دوران اس مشن کی بجا آوری میں پورے اخلاص اور دلجمعی سے لگے رہے۔ ان کے ہاتھوں سینکڑوں فرانسیسی مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کیا جن میں کئی عیسائی پادری اور راہب بھی شامل ہیں[۴۵]۔

محمد حمید اللہ دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں کسی خاص طریقہ کے پابند نہ تھے، نہ وہ اس کے لیے تبلیغی جماعت کے ارکان کی طرح کوئی گشت کیا کرتے تھے۔ اس میدان میں ان کو جو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اس میں دو باتوں کا کردار انتہائی اہم رہا۔ انہوں نے اپنی تحریروں، لیکچروں اور مذہبی مکالموں میں ہونے والی گفتگوؤں کے ذریعے دین اسلام کو اس طور سے پیش کیا کہ لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے[۴۶]۔ اس باب میں دوسری اہم چیز خود ان کا اپنا ذاتی اخلاق و کردار تھا۔ انہوں نے صحیح تر معنوں میں لوگوں کے سامنے اسلامی سیرت و کردار کا نمونہ پیش کیا۔ خوش اخلاقی، تواضع، استغناء و قناعت پسندی، اخلاص و للّٰہیت، ایفائے عہد، ملنساری، تقویٰ و ورع، توکل علی اللہ اور عزیمت و استقامت ان کی سیرت و شخصیت کے نمایاں اوصاف تھے۔ وہ غیر مسلموں سے انتہائی خندہ پیشانی

اور عزت و احترام سے پیش آتے وہ ان غیر مسلموں سے ان کے کفر و شرک سے نفرت کے بجائے ہمدردانہ اور خیر خواہانہ رویہ اختیار کرتے، علمی و تحقیقی کاموں میں ان کی رہنمائی کرتے۔ غیر مسلم ان کے علم و فضل، دینداری اور سیرت و کردار سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔ مادام میارو وچ نامی خاتون پیرس میں محمد حمید اللہ کے محلّہ میں رہتی تھیں۔ انہیں فارسی سیکھنے کا شوق تھا تو ان کے پاس آتی رہیں اور کچھ عرصہ کے بعد انہی کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہو گئیں(۴۸)۔(۴۷) محمد حمید اللہ دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں غیر مسلموں سے میل جول اور ان سے دوستی اور تعلق کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ اور وہ خود زندگی بھر اس روش پر قائم رہے(۴۸)۔

فرانس میں مسلم دعاۃ و مبلغین کو دعوت و تبلیغ کے میدان میں مسیحی مشنریوں، ذرائع ابلاغ اور حکومت کی طرف سے معاندانہ و مخالفانہ رویہ کا سامنا رہا۔ مسیحی مشنری ملک میں اسلام کی روز افزوں اشاعت سے شدید نالاں جبکہ ذرائع ابلاغ اسلام اور اس کے پیروکاروں کے خلاف ایک زبردست پروپیگنڈا مہم میں مشغول رہے ہیں۔ حکومت مسلم آبادی کی دینی و دعوتی سرگرمیوں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتی رہی ہے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے ربع آخر سے فرانس کی سابق نو آبادی ''الجزائر'' میں اسلامی تحریک کی سیاسی میدان میں پیش رفت بالخصوص اسلامی عسکریت پسند گروہوں اور ریاستی اداروں کے مابین تصادم اور اول الذکر کی طرف سے غیر ملکی بالخصوص فرانسیسی شہریوں اور سفارت کاروں کے قتل جیسے واقعات کے فرانس میں ''دعوت اسلام'' پر منفی اثرات مرتب ہوئے۔ چنانچہ مسیحی مشنریوں، ،ذرائع ابلاغ اور حکومت تینوں کا رویہ شدید معاندانہ ہو گیا(۴۹)۔ محمد حمید اللہ ان کے اثرات کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکے۔ مظہر ممتاز قریشی کے نام خطوط میں رقمطراز ہیں:

> ''یہاں [فرانس میں] اسلام دشمنی ہے کہ روز افزوں ہو رہی ہے، اللہ رحم فرمائے۔...... الجزائر والے احمقوں نے فرانسیسی سفارت خانے کے سات آدمیوں کو قتل کر دیا، یہاں ہم بھگت رہے ہیں(۵۰)۔''

تاہم وہ اس معاندانہ ماحول میں بھی میدان دعوت میں پوری طرح سے سرگرم عمل رہے۔ وہ اسلام کی دعوت کو حکمت و بصیرت کے ساتھ پیش کرتے رہے اور ان کی کاوشوں کے مثبت نتائج بھی برآمد ہوتے رہے۔ اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں:

> ''یہاں الحمد للہ لوگ مسلمان ہو رہے ہیں، ہم موروثی مسلمانوں کا عمل تو نہیں، صرف اللہ کی ہدایت سے وہ مسلمان ہو رہے ہیں(۵۱)۔''

اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

''حکومت مخالف ہے، چرچ مخالف ہے، ان کے پاس وسائل ہیں، اس کے باوجود لوگ مسلمان ہو رہے ہیں، یہ حیرت انگیز چیز ہے۔ سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ کی مہربانی ہے، اللہ کا فضل ہے(۵۲)۔''

۴۔ مسلم اقلیت کی دینی تعلیم و تربیت:

مغربی معاشرہ میں آباد مسلم اقلیت کی سب سے اہم اور بنیادی دینی ضرورت اسلامی تعلیم و تربیت کا ایسا مؤثر انتظام ہے، جس کی بدولت نہ صرف یہ کہ وہ ایک سیکولر اور مذہب بیزار ماحول میں اپنے اسلامی تشخص کو قائم و برقرار رکھ سکے بلکہ ''امت دعوت'' کی حیثیت سے اس معاشرہ میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دے سکے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ مغرب میں موجود مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے اسلامی مستقبل کا انحصار اسی ضرورت (یعنی دینی تعلیم و تربیت کے مؤثر انتظام) پر ہی ہے(۵۳)۔ محمد حمید اللہ پیرس میں قیام کے دوران اپنی بساط کی حد تک اس دینی و ملی فریضہ کی بجا آوری کے لیے کوشاں رہے۔ پیرس میں ان کی ذات کو عرب اور افریقی ممالک سے آئے ہوئے طلباء کے معلّم و مربی کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ علمی و تحقیقی کاموں میں ان (طلباء) کی راہنمائی کے ساتھ ساتھ ان کے دل و دماغ میں اسلامی عقائد و تعلیمات کی حقانیت اس طور سے اتارتے تھے کہ وہ ایک با عمل مسلمان داعی و مبلغ کی حیثیت سے زندگی گزار سکیں(۵۴)۔ پیرس میں ان کی قیام گاہ دینی تعلیم کا ایک اہم ترین مرکز تھی۔ یہاں وہ مقامی و غیر ملکی طلباء کو تعلیم دیا کرتے اور تشنگان علم کو اپنے علم و فضل سے سیراب کیا کرتے تھے(۵۵)۔ طلباء اور نوجوانوں میں وہ بے حد مقبول تھے۔ وہ ان کو وقت دینے میں بے پناہ فراخ دل تھے۔ ایچ ۔ایم۔ عسکری، جو ۱۹۹۰ء کی دھائی میں پیرس میں پاکستانی سفارت خانہ سے منسلک رہے، اپنے ذاتی مشاہدات کے بیان میں رقمطراز ہیں:

''پیرس میں جب کبھی بھی ڈاکٹر [محمد حمید اللہ] صاحب سے ملاقات کے لیے ان کے ہاں پہنچا تو انہیں نوجوان طلباء میں گھرا ہوا پایا، جن میں سے بیشتر کا تعلق شمالی افریقہ کے فرانسیسی بولنے والے ملکوں سے ہوتا تھا اور جو ان [ڈاکٹر صاحب] سے اسلام، قرآن اور فقہ کے مسائل پر مصروف گفتگو ہوتے تھے۔ مجھے یہ بتایا گیا کہ نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد جن میں امریکی، یورپی اور افریقی شامل تھے، ان کے زیر اثر حلقہ بگوش اسلام ہوئی تھی۔ پیرس میں ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک انتہائی ممتاز خاتون مادام ایوا ڈی وترے میورو وچ

(Mme Eva de Vitray Meyerovitch) سے بھی متعارف کروایا تھا۔ جن کا تعلق ایک امیر گھرانے سے تھا اور جس نے اسلام قبول کر لیا تھا(۵۶)۔"

ڈاکٹر صاحب سے گھر پر تعلیم حاصل کرنے والوں میں فرانسیسی خواتین بھی شامل ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس شہر میں شاہ مراکش کی تعمیر کروائی ہوئی مسجد سے ملحقہ المرکز الاسلامی، میں کئی سالوں تک ہر اتوار کو قرآن و اسلام پر درس دیتے رہے اور یہیں ان کے ہاتھوں بیسیوں فرانسیسیوں نے اسلام قبول کیا۔ اگرچہ صدر ڈیگال کے دور حکومت میں کچھ عرصہ تک ان کے دروس و محاضرات پر پابندی بھی لگ گئی تھی تاہم بعد میں یہ سلسلہ پھر سے قائم ہو گیا تھا(۵۷)۔ پیرس کی مساجد میں درس و تدریس ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا ایک اہم معمول رہا۔ پروفیسر محمد منور مرزا پیرس میں ان کے معمولات کے متعلق رقمطراز ہیں:

"پیرس میں میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ڈاکٹر صاحب موجود نہ تھے۔ پتہ چلا کہ وہ کسی مسجد میں جا کے صبح صبح ہی بیٹھ جاتے ہیں اور دین کی تعلیم کے خواہاں حضرات کے سوالوں کے جواب عرض کرتے ہیں اور اگر کوئی اسلام قبول کرنے آ جائے تو اسے اسلام کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں"(۵۸)۔

محمد حمید اللہ فرانس میں مسلم اقلیت کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے ضروری وبنیادی ڈھانچہ (Infrastructure) یعنی مساجد و مدارس اور اسلامی مراکز کی تعمیر و ترقی میں بڑی سرگرمی اور جوش و جذبہ سے مشغول رہے(۵۹)۔ وہ ایسے ہی مقاصد کے لیے قائم اسلامی انجمن "جمعیۃ الصداقۃ الاسلامیہ" کے خازن اور روح رواں رہے۔ ذیل میں ان کا ایک مکتوب جو ۱۹۹۲ء میں انہوں نے مذکورہ انجمن کے خاز ن کی حیثیت میں، اس وقت کے وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف کے نام تحریر کیا تھا کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے۔ اس خط سے ان کی دلچسپیوں اور سرگرمیوں پر روشنی پڑتی ہے۔

"خدا کا احسان ہے۔ آج کل فرانس میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور واحد دن بھی نہیں گزرتا بغیر اس کے کہ متعدد فرنگی مسلمان نہ ہو جائیں۔ فرانس کا دارالسلطنت "پاریس" دنیا کے بڑے شہروں میں سے ایک ہے اور ایک محلے سے دوسرے میں طویل مسافتیں ہیں، مسجدیں ہیں، لیکن روز افزوں ضروریات کے لیے نا کافی ہیں، خاص کر مضافات شہر میں ایک مقام ہے جس کا نام ہے 'شوازی لردا'۔ وہاں بہت سے دیندار مسلمان بستے ہیں، لیکن کوئی ایسا مکان نہیں ہے جہاں وہ جماعت سے نماز پڑھ سکیں.......... "جمعية الصداقة الاسلامية" فرانس کی قدیم ترین اسلامی انجمنوں میں سے

ایک ہے۔ وہ ہفتہ وار دینی لکچر کراتی ہے، اسلامی کتابیں بھی شائع کرتی ہے، جو مقبول ہیں۔ سالہا سال تک وہ ایک ماہوار فرانسیسی رسالہ شائع کرتی رہی، جس کا نام تھا ''فرانس اسلام''۔ حقیر راقم الحروف (محمد حمید اللہ) اس [انجمن] کا خازن ہے، طویل اور مشقت بھری تلاش کے بعد اسے 'شوازی لردا' میں ایک مکان ملا، جو فروخت ہو رہا تھا اور ہماری موجودہ ضروریات کے لیے کافی تھا.......... اس کی قیمت تھی ڈیڑھ ملین فرانک، سوائے رجسٹری وغیرہ کے کثیر رقم ادا طلب باقی ہے اور مکان فروش نے اس کو قبول کیا کہ یہ مالیتی رقم بالاقساط اسے ادا کی جائے اور یہ بھی قبول کیا کہ ہم مکان کے ایک حصے پر فوراً قبضہ کر لیں۔ چنانچہ وہاں ہم نے پنج وقتہ نمازیں فوراً شروع کرائیں۔ اس زمانے میں سنہ ۱۴۱۱ھ کا رمضان گزر رہا تھا اور ہم نے وہاں تراویح کی نمازیں بھی شروع کرائیں اور محلے کے مسلمان بچوں کے لیے ایک مدرسہ بھی کھول دیا، جس میں آج کل ساٹھ بچے تعلیم کے لیے ذوق وشوق سے آ رہے ہیں(۶۰)۔''

محمد حمید اللہ فرانس میں قائم اسلامی انجمنوں کی دینی و دعوتی سرگرمیوں کی بھی سرپرستی کیا کرتے تھے۔ وہ ان انجمنوں کے پروگراموں اور دعوتی و تربیتی اجتماعات میں بطور معلّم و مربی ذوق و شوق سے شریک ہوتے، اپنے خطبات اور علمی گفتگوؤں سے شرکاء کے دلوں کو گرماتے، مخاطبین و سامعین کے دینی جذبہ و شوق کو انگیز کرتے(۶۱)، سوال و جواب کی نشستوں میں تشنگان علم کو مختلف علمی و فقہی مسائل کے بارے میں رہنمائی کا سامان بہم پہنچاتے۔ سب سے اہم یہ کہ وہ دینداری اور اعلیٰ اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کر کے انہیں اسلامی تعلیمات کی پیروی کی ترغیب وتشویق دلاتے۔ رمضان المبارک اور ربیع الاول کے مہینوں کی مناسبت سے منعقدہ تقریبات میں ان[محمد حمید اللہ] کے خطابات خاص و عام سب کے لیے یکساں کشش و دلچسپی کا باعث ہوتے(۶۲)۔

محمد حمید اللہ نومسلموں (مرد و زن) کی دینی تعلیم و تربیت کا تو خصوصی طور سے اہتمام کیا کرتے تھے۔ انہیں اسلام کی بنیادی تعلیمات ذہن نشین کرانے کے ساتھ ساتھ بسا اوقات ناظرہ قرآن تک خود پڑھایا کرتے تھے(۶۳)۔ وہ ان سے مستقل و متواتر ربط و ضبط رکھتے تھے۔ انہیں مطالعہ اسلام کی ترغیب دلاتے، ان کی ذہنی سطح کے مطابق نہ صرف یہ کہ مناسب کتب کا انتخاب بلکہ بیرون ملک سے ان کتب کی فراہمی کا انتظام بھی کرتے تھے(۶۴)۔ نومسلموں کی تعلیم و تربیت سے انہیں اس قدر شغف اور انہماک تھا کہ اس میں خلل انہیں گوارا نہ تھا۔ چنانچہ اکثر و بیشتر وہ باہر کے ممالک سے (مختلف جامعات اور دیگر اداروں کی طرف سے) علمی مذاکرات (سمیناروں) اور کانفرنسوں میں شرکت یا پھر

توسیعی خطبات کی دعوت قبول کرنے سے معذرت کر لیا کرتے تھے(۶۵)۔ نومسلم (بالخصوص اعلیٰ تعلیم یافتہ) حضرات دینی رہنمائی کی لیے اکثر و بیشتر انہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ان کے ذہنوں میں ابھرنے والے اشکالات کا تشفی بخش طور سے مداوا کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا ان نو مسلموں سے حسن سلوک، ان کے ساتھ ہمدردانہ و خیر خواہانہ رویہ اور ان کے مسائل میں دلچسپی، ان کے دلوں کو ''اسلام'' پر جمانے کا ایک ذریعہ تھا۔

بلا شبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا شمار دنیائے اسلام کی ان اولوالعزم اور عظیم المرتبت شخصیتوں میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے تاریخ کے بحرانی ادوار (بالخصوص کہ جب اسلام کو بطور دین معاصر تہذیبوں اور نظام ہائے افکار کی طرف سے نت نئے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا) میں دین کی نصرت و تائید کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا، اور جن کی مساعی جمیلہ کے سبب سے متزلزل دلوں کو اسلام پر نئے ایمان و یقین کی دولت نصیب ہوئی۔ اسلام کے اس صادق و مخلص داعی نے پچاس ساٹھ برس میں جو علمی اور تبلیغی خدمات انجام دیں وہ اپنی ہمہ گیری اور اثر و نفوذ کے اعتبار سے عجائبات میں سے معلوم ہوتی ہیں۔ مادی وسائل کی قلت اور کسی قسم کی حکومتی سرپرستی کے بغیر انہوں نے تن تنہا وہ کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر جدید اسلامی تاریخ میں مشکل سے مل سکے گی۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ، جنہیں بجا طور سے فن سیرت نگاری کا مجدّد اور امام قرار دیا گیا ہے(۶۶)، فی الحقیقت میدانِ دعوت و تبلیغ دین کے بھی مجدد اور امام ہیں۔ انہوں نے غیر مسلم مغربی معاشرہ میں دعوت دین کا ایک نیا اسلوب و منہاج عطا کیا۔ یہ اسلوب مذاہب کے تقابلی مطالعہ کے طریق کو اختیار کر کے نیز اہل مغرب کی مذہبی نفسیات کی رعایت کرتے ہوئے اسلام کے عقائد اور تعلیمات کی تفسیر و تشریح کا ہے۔ محمد حمید اللہ کا یہ'' اسلوب دعوت و تبلیغ'' جو نتیجہ خیزی کے اعتبار سے انتہائی کامیاب رہا ہے، اپنے اندر غیر مسلم معاشروں میں سرگرم دعاۃ اور مبلغین کے لیے کافی رہنمائی کا سامان رکھتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسلام اور مغرب کے مابین تصادم اور کشمکش کے تاریخی، سیاسی اور مذہبی اسباب و محرکات اور ان کے اثرات و نتائج، بالخصوص اہل مغرب کی اسلام دشمنی کے جائزہ کے لیے دیکھئے:

Asad, Muhammad, Islam at the Crossroads, Lahore: Arafat Publications (1975): 62-82.

۲۔ قرون وسطیٰ میں مسیحی علماء کے تصوراسلام کے لئے دیکھئے:

Southern, R.W., Western Views of Islam in the Middle Ages, Cambridge (USA) and London: Harvard University Press, 1978.

۳۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، ''نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں'' ۔کراچی: مجلس نشریات اسلام، (س۔ن) ص ۶۱۔

۴۔ اس سلسلہ میں برصغیر پاک و ہند میں برطانوی، شمالی افریقہ کے ممالک، مراکش، تیونس اور الجزائر میں فرانسیسی جبکہ لیبیا میں اطالوی استعمار کا کردار بطورخاص قابل ذکر ہے۔ دیکھئے: منگلوری، سید طفیل احمد، ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' ، لاہور، مکتبہ محمودیہ، (۲۰۰۱ء) ص ۱۲۱۔ ۱۲۹ و بمواقع عدیدہ

Hardy, P., The Muslims of British India", London & N. York: Camb. Uni. Press, (1972); Gordon, David C., The Passing of French Algeria, London: Oxford University Press, 1966; Asad, Muhammad, The Road to Mecca, Lahore: Islamic Book Service (1981): 323-336;

۵۔ ''استشراق'' کے سیاسی، مذہبی اور تہذیبی اہداف و مقاصد نیز اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں مستشرقین ومسیحی مؤلفین کی تحقیقات کے لئے دیکھئے:

Vitkus, Daniel J., "Early Modern Orientalism, in Western Views of Islam in Medieval and Early Modern Europe, (Eds): Michael Frasseto, and David R. Blanks, London: Hampshire (1999): 207-230; Said, Edward, Orientalism, London, 1978; Hourani, Albert, Islam in European Thought, Cambridge: Camb. Univ. Press, 1991; Rodinson, Maxime, "The Western Image and Western Studies of Islam, in The Legacy of Islam, (Eds.). Joseph Schacht and C.E. Bosworth, Oxford & N. York: Oxford Univ. Press, (1979): 9-62; Rodinson, Maxime, "A Critical Survey of Modern Studies on Muhammad", in Studies on Islam, (Tr. and Ed)., Merlin L. Swartz, New Yourk & Oxford: Oxford Univ. Press, (1981): 23-85; Guenther, Alan M., "The Image of the Prophet as Found in Missionary Writings of the Late Nineteenth Century" in The Muslim World, 90: 1,2 (2000): 43-70; Stubbe, Henery, "The Character of Mahomet and Fablous Inventions of the Christians Concerning Him and His Character", in Islamic Literature, IX: 8,9 (Aug.-Sep. 1957): 105-115;

Bauben, Jabal Muhammad, "Prophet Muhammad in the West: A Study of Muir, Margoliouth, and Watt". Leicester: The Islamic Foundation, 1996; Khalaf, Samir, "Protestant Images of Islam: Disparaging Stereotypes Reconfirmed", in Islam and Christian-Muslim Relations, 8:2 (1997): 211-229; Smith, Jane I. "Christian Missionary Views of Islam in the 19th- 20th Centuries", in Zafar Ishaq Ansari and John L. Esposito (Eds.), Muslims and the West: Encounter and Dialogue, Islamabad, (2001).

۶۔ ندوی، سید ابوالحسن علی، ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش'' کراچی: مجلس نشریات اسلام، (۱۸۹۱) ص ۲۵۵۔۲۶۴۔

۷۔ اس سلسلہ میں برصغیر پاک و ہند میں مولانا عبدالرشید گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی اور ان کے پیروکاروں، الجزائر میں امیر عبدالقادر الجزائری اور لیبیا (البرقہ و طرابلس الغرب) میں سنوسی تحریک کی جدوجہد کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ مؤخر الذکر کے لیے دیکھیے:

Ghazi, Mahmood Ahmad, The Sanusiyyah Movement, Islamabad: Shari`ah Academy, (2001).

۸۔ اس گروہ کے سرخیل جسٹس سید امیر علی تھے۔ ان کی تصنیف The Life and Teachings of Mohammad، (اشاعت اول ۱۹۱۸ء) جو بعد میں The Spirit of Islam کے نام سے ۱۹۲۲ء میں لندن سے شائع ہوئی، قابل ذکر ہے۔ کسی مسلمان دانشور کی طرف سے کسی مغربی زبان میں ایک انتہائی اعلیٰ علمی و ادبی اسلوب میں لکھی گئی پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب کو اعلیٰ علمی حلقوں میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔

۹۔ دیکھیے:

Poston, Larry, Islamic Da`wah in the West, N. York: Oxford Univ. Press (1992), and "Becoming a Muslim in the Christian West: A Profile of Conversion to a Minority Religion", in Journal of the Muslim Minority Affairs, XII:I (Jan. 1991): 159-69; Ezzati, Abul-Fazl, An Introduction to the History of the Spread of Islam, London: News & Media (1978).

۱۰۔ دیکھیے:

Hofmann, Murad Wilfried, Review of "Struggling to Surrender- Some Impressions of an American Convert to Islam" by Jeffrey Lang, (Marryland USA, 1994), In Islamic Studies, 36:4 (1997): 682.

۱۱۔ ہوف مین مراد ولفرائڈ: ''خطبات بیاد خرم مراد'' مرتبہ و مترجمہ سید راشد بخاری در سہ ماہی ''مغرب اور اسلام'' اشاعت خاص بسلسلہ بیاد خرم مراد' ج ۴' ش ۳۔۴ (جولائی۔ دسمبر ۲۰۰۰ء) ص ۴۶۔۴۷، ۹۱۔' فاضل مفکر نے ایک اور جگہ بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ دیکھیے: ''مستقبل اسلام کے سائے میں'' مترجم و مرتب (ن۔م) نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی (۲۰۰۰ء) : ص ۳۲۔

۱۲۔ ''مستقبل اسلام کے سائے میں'' ص ۳۲۔

۱۳۔ علامہ محمد اسد کے احوال و آثار' تصانیف و تالیفات اور ان کی دعوتی اہمیت کے جائزہ کے لیے دیکھیے:

Hofmann, Wilfried Murad, The Diary of a German Muslim, Koln: IB Verlag Islamische Bibliothek (1987): 41-43, 50-52, 152-153, and "Muhammad Asad: Europe`s Gift to Islam", in Islamic Studies Op. Cit., PP. 233-248; Nawwab, Islmail Ibrahim, "A Matter of Love: Muhammad Asad and Islam", In Islamic Studies, 39:2 (2000): 155-232.

۱۴۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے سوانح اور ان کی علمی و تصنیفی سرگرمیوں کے لیے دیکھیے: حمید اللہ، محمد، ''پچیس سال پہلے کی باتیں' در مجلہ ''روح ترقی'' (حیدر آباد۔ دکن) (رمضان و شوال ۱۳۶۷ھ)، ص ۳۰۔۳۲؛ قاسمی، محمد سعود عالم، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور اسلامی علوم کی تحقیق و تدوین'' در ''تحقیقات اسلامی'' (علی گڑھ) ج ۲۲، ش ۱ (جنوری۔ مارچ ۲۰۰۳ء)، ص ۹۶۔ ۱۱۲؛ مومن' پروفیسر عبدالرحمٰن' ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ'' در ''المآثر'' (الہند) ج ۱۲' ش ۱' (مئی' جون' جولائی ۲۰۰۳ء)، ص ۵۷۔۶۹؛ ندوی' سید ابوالحسن علی' ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین''، کراچی: مجلس نشریات اسلام (۱۹۲۲) ص ۳۴۔۳۵؛ خورشید احمد' پروفیسر، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ'' در ''ترجمان القرآن'' ، ج ۱۳۰' عدد ۱ (جنوری ۲۰۰۳ء) ص ۸۳۔۹۰؛ بلیغ الدین، شاہ، ''تذکرہ عثامین'' کراچی: اردو اکیڈمی سندھ (۲۰۰۱ء)، ص ۲۱۷۔۲۳۳؛ غازی' محمود احمد، ''تقدیم'' (عہد نبوی کے میدان جنگ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ) راولپنڈی: الھدیٰ پبلی کیشنز (۱۹۹۸ء)، ص ۹۔۱۵' وہی مصنف' ''خطبات بہاولپور(۲)'' بہاولپور: اسلامیہ یونیورسٹی (۱۹۹۷ء)، ص ۱۴۲۔ ۱۴۵؛ وہی مصنف' '' ڈاکٹر حمید اللہ۔ بیسویں صدی کے ممتاز ترین محقق'' در ''دعوۃ'' (اسلام آباد) ج ۹' ش ۱۰' (مارچ ۲۰۰۳ء): ص ۲۷۔۳۸؛ خالد علوی ؛ ''ڈاکٹر حمید اللہ کی خدمت حدیث'' در ''دعوۃ'' ج ۹' ش ۱۰ (مارچ ۲۰۰۳ء)، ص ۳۸۔۴۳؛ ندوی، سید رضوان علی، ''تحقیقات و تاثرات'' کراچی: ادارہ علم و فن (۲۰۰۰ء)، ص ۵۰۰۔ ۵۱۴؛ احمد، حسن الدین، ''جلاوطن'' در ''محفل ۔ سوانحی مضامین کا مجموعہ'' از حسن الدین احمد، حیدر آباد (دکن): ولا اکیڈمی (۱۹۸۲ء)، ص ۴۸۔۵۳۔ انگریزی کتب و مقالات کے لیے دیکھیے:

Binder, Leonard, Religion and Politics in Pakistan, Berkeley and Los Angeles: Univ. of California Press (1963); Ahmed, Manzoorurddin, Pakistan: The Emerging Islamic State, Karachi: The Allies Book Corporation, (1966); 91;Kademoglu, Mahmud Rifat, "Remembering

Muhammad Hamidullah", in Islam & Science, 1:1 (June 2003) : 143-152; Ansari, Zafar Ishaq, Dr. Hamidullah: Great Encounters --- Karachi, Paris and Dahran, in Impact, 33: 1-3 (January- March 2003): 24-27); Kavakci, Dr. Yusuf Zia, "The Dẹbt We Owe in Turkey: Quietly an Intellectual Liberation" in Impact International, 33:1-3 (Jan-March 2003): 34-36.

۱۵۔ ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش'' ص ۲۵۹۔ ۲۶۰' ۲۶۲۔ مزید دیکھیے: وہی مصنف' ''اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین'' کراچی: مجلس نشریات اسلام(۱۹۹۲ء) ' ص ۱۳۔ ۱۶۔ مستشرقین کے مدعا اور طریق کار پر ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم نے انتہائی مختصر لیکن بہت عمدہ بحث کی ہے۔ دیکھیے: محمد رفیع الدین، ''اسلامی تحقیق کا مدعا، مفہوم، طریقہ'' در''ساحل'' (کراچی) ج ۱۲، ش ۵ (مئی ۲۰۰۰ء): ص ۶۔ ۹۔

۱۶۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش' ص ۲۶۰؛ اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین' ص ۱۸۔۱۹۔

۱۷۔ مسلم ممالک میں اسلامیات اور مغربیت کی کشمکش' ص ۲۶۷۔ ۲۶۸؛ اسلامیات اور مغربی مستشرقین...... ص ۱۸۔۲۰۔

۱۸ الف۔ اسلامیات و مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین، ص ۲۳۔

۱۸۔ب دیکھیے:

Ataullah, Sadida, "Confessions and Conversations" in Impact, 33:1-3 (Jan-March 2003): 37.

۱۹۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ''حدیث نبوی کی تدوین و حفاظت'' کے نام سے ' صحیفہ ہمام ابن منبہ'' مطبوعہ کراچی (اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز، (س۔ن) کے آغاز (ص ۵۔ ۵۷) میں ایک مبسوط مقدمہ تحریر کیا ہے۔ اس مقدمہ میں انہوں نے بغیر کسی انقطاع کے تدوین و حفاظت احادیث وسنن کو قوی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ محمد حمید اللہ کی اس کاوش کے جائزہ کے لیے دیکھیے: خالد علوی' ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی خدمت حدیث'' در''دعوۃ'' (اسلام آباد) ج ۹' ش ۱۰' (مارچ ۲۰۰۳ء) ص ۳۸۔۴۴۔

۲۰۔ پاکستان میں'' صحیفہ ھمام بن منبہ'' انگریزی (از قلم پروفیسر رحیم الدین) اور اردو (از محمد حبیب اللہ برادر ڈاکٹر محمد حمید اللہ) ترجمہ کے ساتھ متعدد اداروں کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ کراچی میں اکیڈمی آف لائف اینڈ لیٹرز نے الگ الگ سے اردو اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ جبکہ زمزمہ پبلشرز نے اسے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔ فیصل آباد (ملک سنز، ۱۹۸۳ء) سے بھی اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

۲۱۔ اس موضوع پر محمد مصطفی اعظمی کی حسب ذیل دو تصانیف کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔

Azami, Muhammad Mustafa, Studies in Early Hadith Literature,

Indianapolis (1978). reper. Lahore: Suhail Academy (2001); Studies in Hadith Methodology and Literature, Lahore: Suhail Academy, (2002).
اول الذکر کا عربی ترجمہ خود مصنف کے قلم سے ''دراسات فی الحدیث النبوی و تاریخ تدوینہ'' کے نام سے الریاض سے طبع (۱۹۷۶ء) ہو چکا ہے۔

۲۲۔ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر محمد حمید اللہ نے اردو، انگریزی، فرانسیسی اور جرمن میں سینکڑوں مقالات اور درجنوں کتب تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے حسب ذیل کتب کو بہت زیادہ قبولیت و شہرت حاصل ہوئی ہے اور متعدد اداروں کی طرف سے کئی کئی بار طبع ہو چکی ہیں: ''عہد نبوی میں نظام حکمرانی'' طبع ثالث، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، (۱۹۸۱ء)، ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' اشاعت ششم، کراچی: دارالاشاعت (۱۹۸۴ء)؛ ''عہد نبوی ﷺ کے میدان جنگ'' لاہور: ادارہ اسلامیات (۱۹۸۲ء), Muhammad Rasulullah, لاہور: ادارہ اسلامیات (س۔ ن)، The First Written Constitution in the World لاہور: شیخ محمد اشرف، تیسری اشاعت(۱۹۷۵ء)، Le Prophete de l`Islam Sa Vie et Son Oeuvre, (پیغمبر اسلام۔حیات اورکارنامے) ۲ جلدوں میں پیرس سے (اشاعت چہارم۱۹۷۹ء) شائع ہوئی ہے۔ اس تصنیف کو محمد حمید اللہ کا علمی شاہکار (magnum opus) کہاجاتا ہے۔ اس کی جلد اول کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے قلم سے ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد نے The Life and Work of the Prophet of Islam کے عنوان سے شائع (۱۹۹۸ء) کیا ہے۔

۲۳۔ سیرت نگاری کے میدان میں محمد حمید اللہ کی انفرادیت اور امتیازی شان کے بارے میں محمود احمد غازی رقمطراز ہیں: ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو دور جدید کا امام سیرت بلکہ مجدد علوم سیرت کہنا بے جا نہ ہوگا۔ سیرت پر آپ کا تحقیقی کام اپنے انداز کا ایک منفرد کام ہے۔ آپ نے گزشتہ ساٹھ سال کے دوران سیرت سے متعلق موضوعات پر جو تحقیق کی ہے وہ اپنی وسعت اور تعمق، گہرائی اور گیرائی اور کیفیت کے اعتبار سے تاریخ ادبیات سیرت میں ایک نئے اسلوب بلکہ ایک نئے دور اور ایک نئے عہد کے آغاز و ارتقاء کی غماز ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے سیرت رسول ﷺ (علی صاحبها صلاةً و تحیةً) کے جن پہلوؤں کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے وہ اپنے تنوع، جدّت اور انفرادیت میں ایک عجیب امتیازی شان رکھتے ہیں۔ آپ نے ایسے بہت سے سوالات اٹھائے جن کا جواب سیرت کی عام کتابوں کا تو ذکر کیا امہات میں بھی نہیں ملتا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنی مخلصانہ تحقیق اور مجددانہ بصیرت سے ایسے بہت سے لاینحل عقدے حل کیے اور تلامذہ سیرت کو نئی نئی روشنیاں عطا کیں''، دیکھیے: ''محمود احمد غازی،'' تقدیم'' (عہد نبوی کے میدان جنگ'' از محمد حمید اللہ) راولپنڈی: الہدیٰ پبلی کیشنز (۱۹۹۸ء)، ص ۱۳۔ سیرت نگاری میں محمد حمید اللہ کی انفرادیت اور مجتہدانہ اسلوب کے جائزہ کے لیے مزید دیکھیے: محمود احمد غازی، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ بیسویں صدی کے ممتاز ترین محقق''، در ''دعوۃ'' (اسلام آباد) ج، ۹، ش ۱۰، (مارچ ۲۰۰۴ء): ص ۳۲۔ ۳۵۔

۲۴۔ دیکھیے: محمد حمید اللہ، ''امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی''، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ (۱۹۸۳ء):

ص ۵۴-۶۷۔

۲۵۔ دیکھیے: ''امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی''، ص ۱۶-۵۲۔

۲۶۔ اسلام کے قانون بین الممالک پر ان کا جامع ترین علمی کام The Muslim Conduct of State کی تصنیف و تالیف ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۲ء میں حیدر آباد دکن سے، دوسرا نظر ثانی شدہ لاہور (شیخ محمد اشرف) سے ۱۹۴۵ء میں نکلا۔ اب تک اس کے سات ایڈیشن نکل چکے ہیں اور درجنوں زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ اس حوالے سے ان (محمد حمید اللہ) کا ایک اہم علمی کام اسلام کے قانون بین الممالک پر امام محمد الشیبانی (۱۳۲-۱۸۹ھ) کی تصنیف ''کتاب السیر الکبیر'' پرشمس الائمہ محمد بن احمد بن علی بن ابی سہل السرخسی (م ۴۹۰ھ/ ۱۰۹۷ء) کی شرح جو''شرح کتاب السیر الکبیر'' کے نام سے معروف ہے، کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل یہ ترجمہ انقرہ (ترکی) سے شائع ہو چکا ہے۔

اسلام کے قانون بین الممالک کی تدوین نو کے سلسلہ میں محمد حمید اللہ کی کاوشوں کے جائزہ کے لیے دیکھیے: غازی، محمود احمد: ''خطبات بہاولپور (۲)''(اسلام کا قانون بین الممالک) بہاولپور: اسلامیہ یونیورسٹی (۱۹۹۷ء) ص ۱۴۲-۱۴۵۔مزید دیکھیے: ''ڈاکٹر محمد حمیداللہ۔ بیسویں صدی کے ممتاز ترین محقق''، ص ۲۸ - ۳۰۔

۲۷۔ (بطور مثال) مستشرق R. Bell کی کتاب "Introduction to the Quran" (ایڈنبرا: ایڈنبرا یونیورسٹی پریس (۱۹۵۳ء)، پر ڈاکٹر صاحب کے'' نقد و تبصرہ'' کے لئے دیکھیے:

Hamidullah, Muhammad, A Review of R. Bell`s "Introduction to the Qur`an" in "The Islamic Quarterly", 1:3 (Oct. 1954): 239-243;

عراقی عیسائی مؤلف مجید خدوری کی تصنیف "Islamic Law of Nations" (بالٹی مور: ۱۹۶۶ء) پر تبصرہ و ملاحظات کے لئے دیکھیے:

Hamidullah, Muhammad, A Review of Professor Majid Khadduri`s "Islamic Law of Nations (Shaybani`s Siyar)" in The Islamic Review, 54: 7-8 (1966): 32-35

۲۸۔ مسلمان مستشرق کی اصطلاح غالباً سب سے پہلے ڈاکٹر محمد رفیع الدین نے استعمال کی۔ دیکھیے:، رفیع الدین، محمد ''اسلامی تحقیق کا مدعا، مفہوم'' [اور] طریقہ''، ص ۹-۱۰!

۲۹۔ خورشید احمد، پروفیسر، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ''، ص ۸۵۔

۳۰۔ اس کتاب کا فرانسیسی ، جرمن اور اطالوی کے علاوہ بیسیوں زبانوں میں ترجمہ ہوچکا ہے۔ فرانس میں یہ درجنوں بار اسلامی ثقافتی مرکز (Centre Culturel Islamique)اور پاکستان میں شیخ محمد اشرف (لاہور) کی طرف سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

۳۱۔ یہ کتاب، شکاگو (امریکہ) اور لاہور سے قاضی پبلی کیشنز کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

۳۲۔ دیکھیے: مصنف اس کتاب کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں:

"Let Christians not neglect that of all the religions in the world, Islam is the only one which confirms them in their basic dogma that Jesus Christ- God bless him- was born of a pious virgin without a father. Islam is not an enemy, but a friend, an ally of the Christians in the face of the whole world. Many non-Muslims, particularly Christians are searching for a small book to begin their study of Islam in general. Many have already been produced. Another in diffidently presented herewith. The Fittest will survive. It is a labour of love, for the sake of God Almighty. For a more comprehensive reading, one may indicate the "Introduction to Ialsm"; Hamidullah, Muhammad, Islam: A General Picture. Lahore: Kazi Publications (nd.) : 2-3.

۳۳۔ فرانسیسی کامل ترجمہ مع حواشی پہلی بار ۱۹۵۹ء میں پیرس میں چھپا جس کا تیرھواں ایڈیشن ۱۹۸۵ء میں نکلا (دیکھئے: محمد حمیداللہ ''عرض حال'' (مقدمہ'' تفسیر حبیبی'' از محمد حبیب اللہ'' حیدر آباد دکن۔ (س۔ن)۔) اب تک اس کے بیس سے زائد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

۳۴۔ محمد حمیداللہ جرمن میں ترجمہ قرآن کے سلسلہ میں مظہر ممتاز قریشی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں: ''میرا جرمن ترجمہ قرآن سورہ انعام تک جو آ کر رکا تو پھر آگے نہیں بڑھا دوسرے کاموں میں اس قدر پھنسا ہوا ہوں کہ ادھر توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔'' (محمد حمیداللہ بنام مظہر ممتاز قریشی۔ در ''ارمغان'' (کراچی) ش ۴، ۵ (جولائی ۔ دسمبر ۱۹۹۶ء)، ص ۸۷۔ ۸۹۔ یہ ترجمہ ڈاکٹر صاحب کے غیر مطبوعہ علمی سرمایہ میں شامل ہے۔

۳۵۔ محمد حمیداللہ ''عرض حال'' مقدمہ'' تفسیر حبیبی''، ص ۱۵۵۔

۳۶۔ محمد حمید اللہ نے ''القرآن فی کل لسان'' کے نام سے ایک ''کتابیات'' (bibliography) مرتب کرنا شروع کی تھی کہ دنیا کی کس زبان میں قران مجید کے ترجمے کس کس نے اور کب کب کیے ہیں اور بطور نمونہ ہر زبان میں سورہ فاتحہ کا ترجمہ بھی اس میں شامل کیا گیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۳۶۴ھ میں چھپا جس میں تیئیس (۲۳) زبانوں کا مواد تھا۔ دوسرا ۱۳۶۵ھ میں تینتالیس (۴۳) زبانوں کے مواد کے ساتھ اور تیسرا ۱۳۶۶ھ میں ۶۷ زبانوں کے مواد کے ساتھ چھپا۔ تینوں ایڈیشن عالمگیر تحریک قرآن مجیدٗ حیدر آباد(دکن) کی طرف سے شائع ہوئے۔۱۴۱۱ھ تک مؤلف کے پاس تقریباً سوا سو زبانوں کا مواد جمع ہو چکا تھا جو مالی وسائل کی قلت کے سبب کتابی صورت میں یکجا شائع نہ کیا جا سکا تاہم یہ بہ لحاظ حروف تہجی پیرس کے ماہنامہ ''فرانس اسلام'' میں بتدریج شائع ہوتا رہا۔ دیکھئے: محمد حمید اللہ ''عرض حال'' (مقدمہ'' تفسیر حبیبی'' از محمد حبیب اللہ) ص ۱۵۴۔ ان میں بہت سے اہم تراجم ایسے تھے جو ڈاکٹر صاحب نے دوستوں کی مدد سے خود کرائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے بعض خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس ڈیڑھ دو سو زبانوں میں سورۃ فاتحہ کے ترجمے جمع ہو چکے تھے لیکن

افسوس کہ ان تراجم کا مجموعہ ان کے ہاں سے گم ہو گیا (شاید چوری ہو گیا)۔ دیکھیے: محمد حمید اللہ، خطوط بنام مظہر ممتاز قریشی در ''ارمغان'' (کراچی) ش ۴، ۵ (جولائی ۔ دسمبر ۱۹۹۶ء) ص ۹۵۔۹۶، ۹۸۔

۳۷۔ ڈاکٹر صاحب مظہر ممتاز قریشی کے نام رقمطراز ہیں: ''جرمن ترجمہ قرآن کی جگہ میں شاہ ولی اللہ دہلوی کی ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے فرانسیسی ترجمے کو مقدم رکھنا چاہتا ہوں جو ۱/۴ (ایک چوتھائی) مکمل ہو چکا ہے (''ارمغان'' ص ۱۱۳)۔ ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں: ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے چار سو (۴۰۰) صفحوں کا ترجمہ ہو چکا ہے، ابھی دو تہائی کام باقی ہے۔ چار دانگ عالم سے اتنے خط آتے ہیں کہ اپنے علمی کام کے لیے وقت نہیں پاتا'' (''ارمغان'' ص ۱۲۳)۔ حجۃ اللہ البالغہ کا فرانسیسی ترجمہ تاحال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا ہے۔

۳۸۔ محمد حمید اللہ اس کتاب کے متعلق رقمطراز ہیں: ''اس ناچیز پر ایک نیا فریضہ لگایا گیا ہے، یہاں ایک ناشر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایک کتاب تین بابوں میں شائع کرنا چاہتا ہے۔ ایک یہودی معلومات، دوسرا عیسائی معلومات اور تیسرا اسلامی معلومات [پر مشتمل ہو گا] ہر باب ۵۰ صفحوں میں ہوگا۔ اللہ مدد فرمائے گا۔ اتنی طویل معلومات کا ملنا آسان نہیں''۔ (بنام مظہر ممتاز قریشی، در ''ارمغان'' ص ۱۲۳)۔ ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں ''میں نے حضرت ابراہیم پر مقالہ لکھا ہے مگر ناشر سست ہے'' (''ارمغان'' ص ۱۳۲)۔

۳۹۔ مصنف مظہر ممتاز قریشی کے نام رقمطراز ہیں: ''ایک نیا کام سر لیا ہے جبکہ پرانے کام ابھی پورے نہیں ہوئے ہیں وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مختصر سوانح عمری جس میں عیسائی فرقوں کے بے شمار اختلافی بیانات اور قرآن مجید کے بیانات کا مقابلہ ہو'(''ارمغان'' ص ۱۲۴)

۴۰۔ یہ خط ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مقالہ ''مرد آفاقی'' مشمولہ ''اورینٹل کالج میگزین'' (عدد خاص بیاد ڈاکٹر محمد حمید اللہ) ج: ۷۸، ش: ۳۔۴ (۲۰۰۳ء): ص ۸۱۔۸۲ ،میں نقل کیا ہے۔

۴۱۔ سلجوق، ڈاکٹر عفان۔ ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ چند یادیں، کچھ باتیں'' ، در'' مجلّہ عثمانیہ'' ج ۲، ش ۴ (اپریل۔ جون ۱۹۹۷ء): ص ۵۰۔۵۱۔

۴۲۔ دیکھیے: مؤمن، ڈاکٹر عبدالرحمٰن۔ ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ'' در ''المآثر'' (الہند) ج ۱۲، ش ۱ (مئی، جون، جولائی ۲۰۰۳ء)، ص ۶۵ ۔ ۶۶؛'' ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ کچھ یادیں، کچھ 'باتیں'' ، ص ۵۱۔

۴۳۔ محمد حمید اللہ مظہر ممتاز قریشی کے نام خطوط میں رقمطراز ہیں: ''میں نے ریونیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لکچر اس لیے دیے کہ وہاں پر مشنری سرگرمی بہت شدید ہوگئی ہے .... ریونیوں سے واپسی پر پارلیس میں بھی وہی کچھ ہوا [حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لکچر]''(''ارمغان'' ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵)۔ میں نے سفر نامہ جزیرہ ریونیوں (جنوبی افریقہ) نہیں لکھا۔ ریونیوں میں جامع مسجد میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات پر بھی ایک لکچر کرایا گیا ''۔(ارمغان، ص ۱۳۵)

۴۴۔ خورشید احمد، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ''، ص ۸۹۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے مغرب میں اسلام کے پیغام کی اشاعت میں جو کردار ادا کیا ہے اس کے بارے میں عمر بن عبداللہ کا یہ کہنا مبنی بر حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ:

"Dr. Muhammad Hamidullah enjoyed a unique stature in introducing

Islam to the West and in fact bringing westerners closer to an objective view of the faith [Islam] and its peoples [Muslims]"''

Abdullah, Omer bin, "Dr. Muhammad Hamidullah: A Lifetime Service to Islamic Scholarship." in Islamic Horizones, (July- August 1999): 23-25.

۴۵۔ مؤمنؔ، عبدالرحمٰن، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ'' ص ۶۵۔(عبدالرحمٰن مؤمن جو کہ بمبئی یونیورسٹی میں استاد ہیں، کو پیرس میں متعدد بار ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ملاقاتوں کا موقع میسر آیا۔ ان کا یہ مقالہ ذاتی مشاہدات پر مبنی ہے)۔ فرانس میں ڈاکٹر صاحب کے ہاتھوں قبول اسلام کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں بیان کی جاتی ہے۔ اس بارے میں کوئی قطعی اور حتمی بات کہنا آسان نہیں۔ تاہم خود ڈاکٹر حمید اللہ کے بعض بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے افراد کی تعداد سینکڑوں میں بہر حال ضرور رہی ہے۔ دیکھیے: مرزا، پروفیسر محمد منور، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ...... اخلاق حسنہ کا پرتو...... جہد و ایثار کی مثال'' در روزنامہ'' نوائے وقت'' (لاہور) (۳۰ اپریل ۱۹۹۲ء)۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہونے والوں میں بہت سے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ (مرد و زن) ڈاکٹر، انجینئر، معلمین، ماہرین طبعی و سماجی علوم اور فلسفی حضرات شامل تھے۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کی فکر سے متاثرین اہل علم و دانش کے باعث جن لوگوں کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی ان کی تعداد یقینی طور پر ہزاروں میں ہو سکتی ہے۔

۴۶۔ ڈاکٹر عفان سلجوق جنہیں پیرس میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے ملاقاتوں کے علاوہ ان کی علمی اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا قریب سے مشاہدہ کا موقع ملا، ڈاکٹر صاحب کے طریق تبلیغ کے متعلق لکھتے ہیں:

''پیرس میں ڈاکٹر صاحب تحقیق و تصنیف کے ساتھ ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت اور ترویج کے لیے سرگرمی سے مصروف عمل رہتے تھے۔ مگر ان کا انداز روایتی نہیں تھا۔ انہوں نے مغرب میں اسلام پیش کرنے کے لیے دلائل اور تقابلی مطالعے کا سہارا لیا۔ چنانچہ اس ضمن میں اکثر سماجی تنظیموں اور ثقافتی اداروں کی دعوت پر لیکچر دینے جاتے اور اسلام پر کی جانے والی تنقید کا مدلل جواب دیتے اور حاضرین کو اس [اسلام] کی حقانیت اور صداقت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیتے۔ دیکھیے:'' ڈاکٹر عفان سلجوق، ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ کچھ یادیں، کچھ باتیں'' در'' مجلہ عثمانیہ'' ج ۲، ش ۴ (اپریل ۔ جون ۱۹۹۷ء)، ص ۵۰۔

۴۷۔ مؤمن، پروفیسر عبدالرحمٰن، ''مرحوم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ساتھ ایک گفتگو'' در ''معارف'' (اعظم گڑھ)، ج ۱۷۱، ش ۶ (جون ۲۰۰۳ء)، ص ۴۶۰؛ سید رضوان علی ندوی پیرس میں محمد حمید اللہ سے اپنی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''ڈاکٹر صاحب مجھے اندر [اپنے فلیٹ پر] لے گئے وہاں ایک تقریباً چالیس سالہ فرنچ خاتون ڈاکٹر صاحب سے فارسی کی کوئی کتاب پڑھ رہی تھیں'' دیکھیے: ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ نقوش و تأثرات''، ص ۵۰۵۔

۴۸۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب کے خیالات کے لیے دیکھیے: ادریس صدیقی، ''اسلام کا بین الاقوامی سفیر۔۔۔ شہرہ آفاق محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ساتھ ایک روح پرور شام کی روداد'' در ''اردو ڈائجسٹ'' ج ۴۳، ش ۲ (فروری ۲۰۰۳ء) ص ۲۹۔

۴۹۔ الجزائر میں داخلی کشمکش کے بارے میں حکومت فرانس اور فرانسیسی ذرائع ابلاغ کے رویہ اور اس کے فرانسیسی مسلم

کمیونٹی پر اثرات کے جائزہ کے لیے دیکھئے:

Messaoudi, Rashid, "Algerian-French Relations: 1830-1991", in Algeria: Revolution Revisited, (ed.) Reza Shah Kazemi, London: Islamic World Report (1997): 20-38.

۵۰۔ محمد حمید اللہ بنام مظہر ممتاز قریشی، ''ارمغان'' ص ۱۲۱، ۱۵۳۔

۵۱۔ بنام مظہر ممتاز قریشی، ''ارمغان''، ص ۱۴۹۔ ۱۵۰۔

۵۲۔ مؤمن، ڈاکٹر عبدالرحمٰن، ''مرحوم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ساتھ ایک گفتگو''، در ''معارف'' (اعظم گڑھ)، ج ۱۷۱، ش ۶ (جون ۲۰۰۳ء)، ص ۴۵۹۔

۵۳۔ مغربی ممالک میں مسلم اقلیتوں کے دینی و ثقافتی مسائل کے جائزہ کے لئے دیکھئے: غازی، محمود احمد، ''خطبات بہاولپور(۲)'' (بارہواں خطبہ ''مسلم اقلیت جدید لا دینی ریاستوں میں)، ص ۴۰۶۔ ۴۱۷۔

۵۴۔ احمد، ڈاکٹر عبدالقدیر، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علم دوستی۔ چند تأثرات''، در ''مجلّہ عثمانیہ'' ج۲، ش۴ (اپریل۔ جون ۱۹۹۷ء)، ص ۵۴۔ مقالہ نگار قانون بین الممالک کی تعلیم کے سلسلہ میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء تک پیرس میں مقیم رہے۔ مزید دیکھئے:

Beg, Muhammad Abdul Jabbar, "A Pupil's Memories", in Impact, 33:1-3 (Jan.- March 2003) : 33.

۵۵۔ مظہر ممتاز قریشی کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں: ''آج کل کاموں کی اتنی کثرت ہے کہ جواب دینا بھی آسان نہیں رہا۔ یہاں ہر روز مقامی طلباء پڑھنے کے لئے آتے ہیں.....'' (ارمغان، ص ۱۱۱)

۵۶۔ دیکھئے:

Askari, M.H., "Scholar in Self-Exile" in Dawn- Tuesday Review, (Oct. 15-21, 1996): 23.

۵۷۔ ندوی، سید رضوان علی، ''ڈاکٹر حمید اللہ ۔ نقوش و تأثرات'' در ''تحقیقات و تأثرات'' ص ۵۰۵؛ خورشید احمد، پروفیسر، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ''، در ''ترجمان القرآن'' ج ۱۳۰، عدد۱، (جنوری ۲۰۰۳ء) ص ۸۹۔ مزید دیکھئے:

Beg, Muhammad Abdul Jabbar, "A Pupil's Memories", Op. Cit., p. 33.

۵۸۔ مرزا، محمد منور، ''ڈاکٹر محمد حمید اللہ ۔ اخلاق حسنہ کا پرتو ۔جہد و ایثار کی مثال'' در روزنامہ ''نوائے وقت'' (لاہور) ۳۰ اپریل ۱۹۹۲ء۔

۵۹۔ دیکھئے

Abdullah, Omer bin, Dr. Muhammad Hamidullah: A lifetime Service to Islamic Scholarship, in Islamic Horizons, (July- August, 1999): 25.

۶۰۔ صلاح الدین، محمد، ''پیرس میں [ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی]وزیر اعظم محمد نواز شریف سے ملاقات'' در ''مجلّہ عثمانیہ'' ج۲،

ش۴، (اپریل ۔ جون ۱۹۹۷ء): ص ۶۵۔

۶۱۔ پروفیسر خورشید احمد نے بھی اپنے مضمون میں فرانس کے مسلمان طلباء کی اسلامی تنظیم (UMSO) کے تحت منعقد ہونے والے ایک ایسے ہی تخیم (تربیتی کیمپ) کا ذکر کیا ہے جس میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کئی روز طلباء کے ساتھ گزارے تھے۔'' اس تخیم کے دوران ڈاکٹر صاحب بھی عام طلبہ کی طرح زمین پر سوتے اور اپنے برتن اپنے ہاتھ سے دھوتے تھے''۔ (''ترجمان القرآن'' ج ۱۳۰، ش ۱ (جنوری ۲۰۰۳ء): ص ۸۸۔

۶۲۔ دیکھئے: Askari, M.H., A Scholar in Self-Exile, P. 23.

۶۳۔ محمد نجات اللہ صدیقی مدیر ''ترجمان القرآن'' کے نام خط میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ سے اپنی ملاقاتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۷۲ء کے تیسرے ہفتے میں ڈاکٹر صاحب کے پیرس والے فلیٹ میں ہوئی تھی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ کچھ دیر بعد ایک نو مسلم نوجوان آ گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ ان کو قرآن کریم (ناظرہ) پڑھاتے ہیں اور موعودہ وقت کی پابندی کرتے ہیں۔ اتنا بڑا عالم اور محقق ناظرہ پڑھا رہا تھا، میری طبیعت بہت متاثر ہوئی'' دیکھئے ''ترجمان القرآن''، ج ۱۳۰،ش ۴ (اپریل ۲۰۰۳ء) ص ۱۱۰۔۱۱۱۔مزید دیکھئے:

Ansari, Zafar Ishaq, "Great Encounters: Karachi, Paris and Dahran", in Impact, 33:1-3 (Jan. March 2003): 26.

۶۴۔ دیکھئے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ بنام محمد اکرام صدیقی، ناظم قاضی پبلی کیشنز، لاہور، (۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ؛ ۳ شعبان ۱۴۰۱ھ؛ ۶ ربیع الاوّل ۱۴۰۱ھ)۔

۶۵۔ دیکھئے: صلاح الدین، محمد ''ڈاکٹر حمید اللہ: نام اور کام'' درہفت روزہ ''تکبیر'' (کراچی)، ج ۲۴، ش ۵۲ (۲۶ دسمبر ۲۰۰۲ ۔ یکم جنوری ۲۰۰۳ء) ص ۹۔ ڈاکٹر صاحب (حکومت پاکستان کی دعوت پر) مئی ۱۹۹۲ء میں پاکستان آمد سے قبل کراچی میں مقیم اپنی ایک عزیزہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

'' ابھی یہ یقینی بات نہیں کہ میں پاکستان آؤں...... اور فرانس کی دینی مصروفیتوں کے باعث پاکستان میں زیادہ قیام ممکن نہیں'' (بنام دردانہ بیگم، ۱۶ شعبان ۱۴۱۲ھ) مزید دیکھئے:

Abdullah, Omer bin, Dr. Muhammad Hamidullah: A Lifetime Service to Islamic Scholarship, p 25.

۶۶۔ غازی محمود احمد، ''تقدیم'' (عہد نبوی کے میدان جنگ از محمد حمید اللہ)، ص ۱۳۔